الفرقان

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر

الفرقان کا آئندہ شمارہ

ایک خاص نمبر ہوگا۔ جس میں اسلام کے مجاہد اور سلسلہ کے جلیل القدر سپاہی حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات شائع ہوں گے۔ متعدد قیمتی مضامین آچکے ہیں۔ کتابت شروع ہو رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ۲۰ بیس نومبر تک مقالات و منظومات لئے جاسکیں گے۔

—— ایڈیٹر

الفہرست

مضمون	مصنف	صفحہ
۱۔ شذرات	ایڈیٹر	ص۱
۲۔ انصار اللہ کے لئے زریں ہدایات	سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی	ص۴
۳۔ کیا حضرت آدمؑ گنہگار تھے؟	جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل	ص۹
۴۔ حیدرآباد دکن میں احمدیت کی اعجازی برکت کا ایک نشان	حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی	ص۱۳
۵۔ خوبصورتی	جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کوئٹہ	ص۱۵
۶۔ حقیقت (نظم)	جناب مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی مرحوم	ص۲۲
۷۔ احمدی جماعت نے ہی حقیقتِ اسلام کو سمجھا ہے۔	جناب علامہ نیاز فتحپوری مدیر نگار۔ لکھنؤ	ص۲۳
۸۔ اسلام میں شاعری	جناب ابو المنصور مسعود احمد صاحب ایڈیٹر۔ قادیان	ص۲۶
۹۔ "خود کاشتہ پودا" (نظم)	جناب آفتاب احمد صاحب بسمل۔ کراچی	ص۳۲
۱۰۔ عزیزہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ مصباح کا ذکرِ خیر	ایڈیٹر	ص۳۳
۱۱۔ بستی بستی گھومنے والو! (نظم)	جناب عبد السلام صاحب اختر ایم۔اے	ص۳۵

معاونینِ خاص

دس سالہ خریدار کے لئے لائف ممبر

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے مگر جو خریدار حضرات پچاس روپے یکمشت ادا کر دیں گے انہیں دس روپے کی بچت کے علاوہ مزید فائدہ یہ ہوگا کہ دس سال تک ان کیلئے رسالہ میں تحریک کا باقاعدہ شائع ہوتی رہیگی اور رسالہ بھی انکے نام جاری رہیگا۔ فہرست مرتب ہو چکی ہے۔ نمبر فہرست حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا اسم گرامی ہے۔ رقم آخر دسمبر تک ادا ہو سکتی ہے۔ (مینجر الفرقان)

ایڈیٹر کے نائبین

۱۔ چودھری محمد شریف خالد ایم اے
۲۔ مولوی غلام باری سیف مولوی فاضل
۳۔ مولوی حکیم خورشید احمد شاد 〃
۴۔ میاں عطاء الکریم شاہد بی۔ اے

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان و بھارت : چھ روپے
دیگر ممالک : بارہ شلنگ
فی نسخہ : دس آنے

اشاعت کیلئے ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے

طابع و ناشر :۔ ابو العطاء جالندھری مطبع ضیاء الاسلام ربوہ
مقامِ اشاعت :۔ ربوہ۔ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ | الفرقان ربوہ پاکستان | نومبر ۱۹۶۰ء

شذرات

(۱)
خلافت مسلمانوں کے اتحاد کا واحد ذریعہ ہے

ہفت روزہ "وفاق" لائل پور راوی ہے کہ:-

"سعودی عرب کے بعض حلقے جو دوبارہ خلافت کے احیاء کی کوشش کر رہے ہیں وہ اپنے اقدام کے جواز میں کہہ رہے ہیں کہ خلافت کا منصب ہی وہ واحد منصب ہے جو دنیائے اسلام کو متحد کرانے کا باعث ہو سکتا ہے اور زمانہ ماضی میں اسی منصب نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد کے رشتے میں پرو دیا تھا" (۲۱ر اکتوبر ۱۹۶۰ء)

یہ بالکل درست ہے کہ خلافت مسلمانوں کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کر سکتی ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا وہ خلافت محض انسانی ہاتھوں سے قائم ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اسے قائم کرتا ہے؟ یقیناً اتحاد پیدا کرنے والی وہی خلافت ہے جسے اللہ تعالیٰ قائم کرتا ہے۔ فرمایا:- لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ (الانفال: ۶۳) کہ اے نبی! اگر تو زمین بھر کے ذرائع بھی استعمال کرتا تو ان لوگوں کے دلوں میں حقیقی اُلفت پیدا نہ کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تیرے ذریعہ سے یہ اُلفت پیدا کر دی ہے۔ پس مسلمانوں کے اتحاد کے لئے جو خلافت ذریعہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت ہے۔ اے کاش! مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں۔

(۲)
مردم شماری اور قرآن مجید

ایسوسی ایٹڈ پریس پاکستان کی خبر ہے کہ:-

"آئندہ جنوری ۱۹۶۱ء میں ہونے والی مردم شماری میں ان لوگوں کی تعداد بھی ریکارڈ کی جائیگی جو قرآن مجید کو پڑھ سکتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کی تعداد بھی شمار کی جائے گی جو قرآن مجید کے مضمون کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں!"

(پاکستان ٹائمز لاہور ۱۰ر ستمبر ۱۹۶۰ء)

یہ نہایت عمدہ تجویز ہے۔ امید ہے کہ اس کے بعد قرآن مجید کی تعلیم اور تدریس کی طرف حقیقی توجہ دی جائیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی ساری بھلائی اسی میں ہے کہ وہ قرآن پاک کی طرف توجہ کریں۔ اس سے ان کے عقائد بھی درست ہوں گے اور ان کے اعمال بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے تحریر فرمایا ہے:-

"قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔"
(کشتی نوح)

(۳)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی مدرسہ دیوبند اور سرسید مرحوم

جناب مولوی عبد الماجد صاحب مدیر "صدق جدید" لکھنؤ اپنے نوٹ بعنوان ایک "زرّین اصول" میں لکھتے ہیں:۔

"خان بہادر شیخ محمد عبد اللہ (علیگ) کے قلم سے ماہ نامہ ادیب کے شبلی نمبر میں:۔

"..... سرسید نے نہ کسی نئے مذہب کی تبلیغ کی اور نہ کوئی کتاب پیش کی لیکن اس پر بھی مولویوں نے ان کے خلاف طوفان برپا کر دیا۔ کفر کے فتوے دیئے۔ دلخراش مضامین لکھے۔ سرسید کے بھونڈے سے فوٹو پر گز بھر کی داڑھی لگا اس کے اوپر لکھا کہ "شیطان الرجیم" لیکن بڑے جید علماء نے کفر کے فتووں پر دستخط نہیں کئے۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانی مدرسہ دیوبند سے علماء نے کہا کہ سرسید کے خلاف کفر کے فتوے پر آپ بھی دستخط کر دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تحقیقات کر لوں کہ آیا وہ کافر ہیں بھی یا نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نے تین سوالات لکھ کر سرسید کے پاس بھیجے۔ وہ مع جوابات کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سوال۔ خدا پر آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب۔ خداوند تعالیٰ ازلی ابدی مالک و صانع تمام کائنات کا ہے۔

۲۔ سوال۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

۳۔ سوال۔ قیامت کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب۔ قیامت برحق ہے۔

اس کے بعد مولانا محمد قاسمؒ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم اس شخص کے خلاف دستخط کرانا چاہتے ہو جو پکا مسلمان ہے۔

کتنا زرّین اصول اس فرید العصر فاضل کے عمل سے ہاتھ آگیا۔ سارے علمائے اہلسنت نہیں کاش حلقہ دیوبندی کے بزرگوں نے اس اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ لیا ہوتا!"
(صدق جدید لکھنؤ، ۷ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

ہم اس پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ زرّین اصول نہ صرف علماء دیوبند کو بلکہ سب علماء کو اپنانا چاہیئے تا مسلمانوں میں اتحاد کی کچھ صورت تو قائم رہے۔

(۴)

انبیاء اور بیماریاں

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ نبی کبھی بیمار نہیں ہوتے اور انہیں کچھ تکلیف نہیں ہوتی حالانکہ انبیاء نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اس غلط خیال کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں نیز وہ اسی غلط خیال کے باعث بعض صادق نبیوں پر ایمان لانے سے محروم رہتے ہیں۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا حوالہ ذیل اس بارے میں توجہ کے قابل ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت یونسؑ ایک سخت جسمانی اذیت میں مبتلا تھے۔ اس سے آپ نے نجات کی دعا الحاح و زاری سے کی اور آپ کو نجات دی گئی۔

..... پیغمبر بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اور ان سے نجات پانے کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں آخر ایسے غم و کرب سے نجات دلاتا ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۱ء)

(۵)

فرضیتِ حج اور امنِ راہ کی شرط

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے فرزند خواجہ محمد معصوم صاحب نے ملا احمد بکی کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:۔

"تم نے یہ بھی استفسار کیا تھا کہ اس زمانے میں زاد و راحلہ کے میسر ہونے پر مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟ مخدوما! روایاتِ فقہ اس بارے میں بہت مختلف ہیں۔ مختار و پسندیدہ اس مسئلے میں فقیہہ ابو اللیث کا فتویٰ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر ظنِ غالب راہ میں امن اور عدمِ ہلاکت کا ہے تو فرضیت ثابت ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شرط شرطِ وجوب ادا ہے شرطِ نفس وجوب نہیں۔ پس ایسی صورت (راہ کی بد امنی اور قابلِ اعتبار خوفِ ہلاکت) میں حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگی۔"

(مکتوب ۲۵۰ بحوالہ رسالہ الفرقان لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۱ء صہ ۳۴)

صلحاء کا یہی صحیح مسلک ہے مگر ظاہری علماء کا عجیب حال ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف حرمین شریفین سے آپ کے واجب القتل ہونے کے فتاویٰ لا کر تشہیر کرتے تھے اور دوسری طرف اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسے مسیح موعود ہیں جو حج کو نہیں جاتے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کی طرف سے حج بدل ہو گیا۔

(۶)

ختم نبوّت کی تاویل اور مولانا مودودی

مولانا مودودی صاحب نے اپنے تازہ درس میں کہا ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اور لا نبیّ بعدی یعنی میرے ساتھ نبی ختم کر دیے گئے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب اگر کوئی شخص کتنی ہی تاویل کر لے مگر اس کو یہ تو ماننا پڑے گا کہ خدا و رسول نے جو کچھ فرمایا اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

(اخبار ایشیا لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

فقرہ "اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں" ایک احتمالی فقرہ ہے۔ اس صورت میں آپ کا اپنے ہی معنوں پر اتنا اصرار کہ اس کے علاوہ معنے کرنے والے کو مرتد اور گردن زدنی قرار دیں کہاں تک منطق اور معقولیت کے رو سے روا ہے؟ مولانا ہی ارشاد فرمائیں کہ اگر وہ اس معاملہ میں "تاویل" نہیں کرتے تو پھر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو زندہ مان کر آخری زمانے میں اُن کے آنے کا عقیدہ کس طرح رکھتے ہیں؟ نیز کیا مولانا کو معلوم نہیں کہ اس بارے میں اہل علم کا قریباً اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

انصار اللہ کیلئے زرّین ہدایات

{سیّدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے اِس سال انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں اپنے "انصار بھائیوں کے نام" کے عنوان سے ذیل کا پُر درد اور پُر اثر خطاب بطور افتتاحی تقریر ارشاد فرمایا۔ (مدیر)}

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

برادرانِ کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے لئے مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ مَیں اِس مبارک تقریب پر حاضرین سے افتتاحیہ خطاب کروں۔ ایسی تقریب میں افتتاحیہ خطاب ایک بڑی اہم چیز ہے اور مَیں اپنے اندر اس کی اہلیت نہیں پاتا۔ یہ مقام صرف امام کا ہے یا امام کے مقرر کردہ نائب کا۔ مگر شرکتِ ثواب کی غرض سے ایک نہایت مختصر سا مقالہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے اور آپ سب کو اس کے اچھے حصّوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اِس موقع پر انصار اللہ کے اجتماع کے لئے کسی پیغام کا انتخاب کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ یہ پیغام بصورتِ احسن **انصار اللہ** کے لفظ میں مرکوز ہے جس کے معنے **خدا کی خدمت گار** کے ہیں۔ قرآن مجید نے انصار اللہ کی اصطلاح اوّلاً حضرت مسیح ناصری کے مشن کے تعلق میں استعمال کی ہے۔ جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے من انصاری الی اللہ کہہ کر اپنے حواریوں سے اپنے خدا داد مشن میں مددگار بننے کا مطالبہ کیا اور اس کے جواب میں حواریوں نے عرض کیا نحنُ انصار اللہ یعنی اے خدا کے مسیح ہم خدا کے کام میں آپ کے معاون و مددگار بننے کا وعدہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ گو بعض حواریوں سے کچھ کمزوریاں اور فروگذاشتیں بھی ہوئیں مگر انہوں نے بحیثیتِ مجموعی خدا کے رستہ میں تکلیفوں اور مصیبتوں اور صعوبتوں کو برداشت کرنے اور اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق حضرت مسیح ناصری کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے میں بڑی جانفشانی اور بڑے صبر و استقلال اور قربانی سے کام لیا۔ بلکہ وہ اپنے تبلیغی جوش میں اور بعض بعد میں آنے والے لوگوں کی غلط تشریحات کے نتیجہ میں حضرت مسیح ناصری کے منشاء سے بھی آگے نکل گئے۔ کیونکہ گو مسیح کا مشن صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں تک محدود تھا مگر مسیحی مشنری اس حد بندی کو توڑ کر دوسری قوموں تک بھی جا پہنچے اور اس تجاوز میں خطرناک ٹھوکر کھائی۔

مگر اس کے **مقابل** پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن ساری قوموں اور سارے ملکوں اور سارے زمانوں تک وسیع ہے اور پھر محمدی **نیابت** کی وجہ سے آپ کا مقام بھی مسیح ناصری کی نسبت زیادہ بلند اور زیادہ ارفع ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ خود فرماتے ہیں کہ ؎

ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بڑھ کر غلام احمدؐ ہے

پس ایک طرف **میدانِ عمل** کی غیر معمولی وسعت اور دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کے **پیغام** کی غیر معمولی عظمت آپ صاحبان سے غیر معمولی جدوجہد اور غیر معمولی قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ محض انصار اللہ کہلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے اور اپنے بندوں کو ان کے دل کے **تقوےٰ** اور ان کے **اعمال کے پیمانے** سے ناپتا ہے۔ آپ کی منزل ابھی دور ہے بہت دور۔ پس اپنے قدموں کو تیز کرو بہت تیز بلکہ **پرواز کے پر** پیدا کرو۔ کیونکہ یہ ہوائی اُڑان کا زمانہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو حضورؑ کے ایک کشف میں ہوا میں اُڑنے کا نظارہ بھی دکھایا گیا تھا جس میں یہی اشارہ تھا کہ جماعت کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہوا میں اُڑنا ہوگا۔

پھر آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس وقت جماعت کا امام جس نے سینکڑوں کٹھن منزلوں اور خاردار جھاڑیوں میں سے جماعت کو کامیابی کے ساتھ گزارا ہے اور اس وقت تک خدا کے فضل سے ہمارے امام کی قیادت میں جماعت کا ہر قدم ترقی کی طرف اُٹھتا چلا آیا ہے۔ وہ ایک لمبے عرصہ سے بسترِ علالت میں پڑا ہے اور آپ لوگ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے **روح پرور خطبات** اور آپ کی **زندگی بخش ہدایات** اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں آپ کے **زریں ارشادات** سے بڑی حد سے محروم ہیں اور حضور کی یہ بیماری بشری لوازمات کا ایک طبعی خاصہ ہے۔ مگر اس حالت میں آپ لوگوں پر یہ بھاری فرض عائد ہوتا ہے کہ جس طرح باپ کی بیماری میں فرض شناس بچے اپنے کاموں میں زیادہ بیدار اور زیادہ چوکس ہو کر لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اس وقت کے نازک حالات میں اپنے غیر معمولی فرض کو پہچانیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ امام کی بیماری میں آپ کا قدم سُست نہیں ہوا بلکہ تیز سے تیز تر ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت اور شفایابی اور حضور کی فعال زندگی کی بحالی کے لئے بھی بیش از بیش دعائیں کریں تا ہمارا یہ امتحان جلد ختم ہو۔ اور یہ خدائی برات اپنے دولہا کے ساتھ تیز قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھتی چلی جائے۔

علاوہ ازیں ان ایام میں آپ لوگوں کو جماعت کے اتحاد کا بھی خاص بلکہ خاص الخاص خیال رکھنا چاہیئے۔ قرآن مجید نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو **بنیانِ مرصوص** کے امتیازی نام سے یاد کیا ہے۔ اور بنیان مرصوص وہ ہوتی ہے جو آپس میں اس طرح پیوست ہو کہ کوئی چیز اس میں رخنہ نہ پیدا کر سکے اور یہ بات **قربانی کی روح** کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر ہر شخص کو یہ خیال ہو کہ ہر حال میں میری ہی بات مانی جائے۔ اور میری ہی رائے کو قبول کیا جائے تو یہ بدترین قسم کا تکبر ہے جو جماعت کے اتحاد کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح **تذلل اختیار** کرو" اس میں یہی نکتہ مدنظر ہے کہ بعض اوقات انسان کو اتحاد کی خاطر اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے بھی اپنی رائے کو چھوڑنا پڑتا ہے دوستوں کو چاہیئے کہ اس نکتہ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کے تعلق میں آپ کا کام دو میدانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک میدان **تبلیغ کا میدان** ہے۔ یعنی غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں سے احمدیت کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنا۔ یہ ایک بڑا نازک اور اہم کام ہے جس کے لئے آپ صاحبان کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بے اصول لوگوں نے اسلام اور احمدیت کے متعلق غلط فہمیوں کا ایک وسیع جال پھیلا رکھا ہے۔ اس جال کے

کانٹوں کو اپنے رستہ سے ہٹانا آپ لوگوں کا فرض ہے۔ مگر اس تعلق میں اس قرآنی آیت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ :-

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ
جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔

"یعنی لوگوں کو نیکی کے رستہ کی طرف محبت اور حکمت اور نصیحت کے رنگ میں بلاؤ اور ایسا طریق اختیار نہ کرو جس سے دوسروں کے دل میں نفرت اور دُوری کے خیالات پیدا ہوں" بلکہ اپنے اندر ایک ایسے **روحانی مقناطیس** کی صفت پیدا کرو جس سے سعید لوگ خود بخود آپ کی طرف کھچے چلے آئیں۔

دوسرا میدان **تربیت** سے تعلق رکھتا ہے یعنی اپنے آپ کو اور اپنے دوستوں کو اور سب سے بڑھ کر اپنے اہل وعیال کو **اسلام اور احمدیت** کی دلکش تعلیم پر قائم کرنا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہے۔ بلکہ بعض لحاظ سے تبلیغ سے بھی زیادہ نازک اور اہم ہے۔ جماعت جوں جوں تعداد میں بڑھتی جاتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے بُعد ہوتا جاتا ہے اس کام کی اہمیت بھی بہت بڑھتی جاتی ہے۔ آپ لوگوں کو عہد کرنا چاہیئے کہ آپ پوری توجہ کے ساتھ اس بات کی کوشش کریں گے کہ اپنی عورتوں کو خلاف شریعت رسوم سے باز رکھیں اور اپنی اولاد کو نیکی کے رستہ پر چلائیں اور اپنے بچوں میں سے کم از کم ایک بچہ کو علم اور عمل میں اپنے سے بہتر بنانے اور اپنے پیچھے بہتر حالت میں چھوڑنے کی تدبیر کریں۔ ہمارے سامنے یہ تلخ حقیقت موجود ہے کہ جماعت میں بعض اعلیٰ پائے کے اصحاب جو **علم و فضل** میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے تھے جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ساتھ ہی ان کا علمی اور روحانی ورثہ بھی ختم ہوگیا۔ ترقی کرنے والی جماعتوں کے لئے یہ صورت حال بڑی تشویشناک ہے۔ پس انصار اللہ کو چاہیئے کہ اس بات کا محاسبہ کرتے رہیں اور مسلسل نگرانی رکھیں کہ ان کے پیچھے ان کی اولاد میں دین کا ورثہ ضائع نہ ہو۔ یہ وہ بات ہے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنی اولاد کے متعلق بے حد خیال تھا۔ چنانچہ آپ اپنی ایک نظم میں اپنے بچوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

اس دھوکے میں نہیں رہنا چاہیئے کہ چونکہ ہم خود نیک اور دیندار ہیں اس لئے ہماری اولاد بھی لازماً نیک ہوگی۔ قرآن مجید فرماتا ہے :-

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ
یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔

"یعنی خدا کا یہ قانون ہے کہ مُردہ لوگوں میں سے زندہ لوگ پیدا ہو جاتے ہیں اور زندہ لوگوں کے گھر مُردہ بچے جنم لے لیتے ہیں۔"

چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ :-

القینا علیٰ کرسیہ جسدا"

"یعنی جب سلیمانؑ جو خدا کا ایک عظیم الشان نبی تھا فوت ہوا تو اس کے تخت پر ایک گوشت کا لوتھڑا تھا۔ انسان نہیں تھا۔"

پس یہ مقام خوف ہے اور اس کی طرف انصار اللہ کو خاص توجہ دینی چاہیئے۔ دوستو اور عزیزو! اپنے گھروں میں علم اور دین اور **تقویٰ کی شمع** روشن رکھو۔ تا ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد یہ روشنی ختم ہو جائے اور صرف اندھیرا ہی اندھیرا رہ جائے۔ مجھے اس وقت حضرت

خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا یہ دردناک شعر یاد آرہا ہے کہ:-

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

اسلام آپ کو دنیوی تعلیم حاصل کرنے اور دنیا کے میدان میں ترقی کی کوشش کرنے سے نہیں روکتا چنانچہ قرآن خود یہ دُعا سکھاتا ہے کہ:-

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

"یعنی اے ہمارے خدا تو ہمیں دنیا کی نعمتوں سے بھی حصہ دے اور دین کی نعمتوں سے بھی حصہ دے اور ہمیں اس عذاب سے بچا کہ ہم دوسروں کی ترقی دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے رہیں۔"

پس اسلام دنیا کی نعمتیں حاصل کرنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ مگر اسلام یہ حکم ضرور دیتا ہے کہ جہاں دین اور دنیا میں ٹکراؤ ہو جائے وہاں دین کے پہلو کو مقدم کرو اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کے عہد میں یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔"** اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک سچے مومن کا یہی مقام ہے کہ **"دست با کار دل بایار"** کاش انصار اللہ اس نکتہ کو یاد رکھیں اور اسے حرزِ جان بنائیں۔ وہ بے شک دُنیا کا علم حاصل کریں۔ دنیا کا رزق کمائیں اور اس میدان میں ترقی کریں۔ شادیاں رچائیں۔ اولاد پیدا کریں اور ہر قسم کی جائز تفریحات میں حصہ لیں۔ مگر اس مرکزی نقطہ سے کبھی اِدھر اُدھر نہ ہوں کہ **دین بہرحال دنیا پر مقدم رہنا چاہیئے۔** اگر یہ نہیں تو ہمارا احمدیت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی اور ہر مامور من اللہ کا **ایک کلمہ** (یعنی اس کی تعلیم کا ایک مرکزی نقطہ) ہوا کرتا ہے **مرزا کا کلمہ** یہ ہے کہ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔** حضرت خلیفہ اوّل کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری تعلیم کا نچوڑ واقعی ان مختصر سے الفاظ میں مرکوز ہے۔ اور یقیناً اس پر عمل کرنے والے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ آپ لوگ اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں پھر سب خیر ہے۔

ایک ضمنی مگر ضروری بات میں آپ صاحبان سے پردہ کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں خواہ یہ انصار اللہ کے اجتماع کے لحاظ سے کچھ بے موقع ہی معلوم ہو۔ میں نے گزشتہ ایام میں لاہور کے قیام میں دیکھا ہے اور دوسرے شہروں کے متعلق سُنا ہے کہ احمدی نوجوانوں کا ایک طبقہ دوسرے مسلمانوں کی ریس میں پردہ کے معاملہ میں کمزوری دکھا رہا ہے۔ یہ ایک خطرناک رجحان ہے جس کی طرف جماعت کو بہت توجہ دینی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:-

يحي الدّين ويقيم الشريعة

"یعنی محمدی مسیح دین کو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔"

پھر اگر احمدی نوجوان اس معاملہ میں کمزوری دکھائیں اور شریعت کے احکام کو پسِ پشت ڈالیں تو کتنے افسوس کی بات ہے۔ میں یہ بات انصار اللہ سے اسلئے کہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوانوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کی باگ ڈور زیادہ تر انہی کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں اس معاملہ میں اپنے بچوں کو بار بار سمجھانا چاہیئے اور جس طرح ایک چوکس چرواہا اپنی بھیڑوں کو گھیر گھیر کر احاطہ کے اندر رکھتا ہے اسی طرح انصار اللہ کا فرض ہے کہ جماعت کے نوجوانوں کو سمجھائے

سے اور نصیحت کرنے سے اور غیرت دلانے سے اسلامی پردہ کی حدود پر قائم رکھیں۔ انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ تمہاری اس فیشن پرستی سے جماعت بدنام ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور تنظیم پر حرف آتا ہے۔ اور پھر اس وجہ سے تم گنہگار بھی بنتے ہو۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کو گھروں کے اندر قیدیوں کی طرح بند رکھو۔ وہ جائز ضرورت سے باہر نکل سکتی ہیں اور تمام جائز کاموں میں حصہ لے سکتی ہیں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ نوکری کر سکتی ہیں۔ سیر و سیاحت کر سکتی ہیں مگر ہر حال میں پردہ کی حدود قائم رہنی ضروری ہیں۔

پردہ کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح ہر چیز کا ایک **جسم** ہوتا ہے اور ایک **روح** ہوتی ہے اسی طرح **پردہ کا جسم** تو یہ ہے کہ اپنی **قدرتی اور مصنوعی زینت** کو قریبی رشتہ داروں کے سوا کسی غیر مرد پر ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ اور **پردہ کی روح غضِّ بصر** ہے۔ یعنی غیر مردوں کے سامنے آنکھوں کو نیچا اور نیم خوابیدہ رکھنا۔ پس ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بعض لوگ قرآنی آیت **اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** کی غلط تشریح کرتے ہوئے خیال کرتے ہیں کہ **عورت کا چہرہ** پردہ میں شامل نہیں مگر یہ ایک صریح غلطی ہے جس کی کسی قرآنی آیت یا کسی صحیح حدیث میں سند نہیں ملتی۔ عقلاً بھی ظاہر ہے کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں تو پھر پردہ کس چیز کا نام ہے؟ البتہ چہرہ کا وہ حصہ جو رستہ دیکھنے کے لئے ضروری ہے یعنی آنکھ اور اسی طرح چہرہ کا وہ حصہ جو سانس لینے کے لئے ضروری ہے یعنی **ناک** وہ حسبِ ضرورت کھلا رکھا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر عورت اپنا **سر اور ماتھا** اوپر کی طرف سے اور اپنے **ہونٹ اور ٹھوڑی** اور **چہرہ کا ملحقہ حصہ** نیچے کی طرف سے ڈھانک کر رکھے تو عام حالات میں مُنہ کا اسی قدر پردہ کافی ہے۔ اس طرح چہرہ کا وہ حصہ جو صحت اور حفاظت وغیرہ کے خیال سے کُھلا رہنا ضروری ہے کُھلا رہتا ہے اور پردہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور مَیں نے دیکھا ہے کہ اگر اس قسم کا پردہ صحیح طور پر کیا جائے تو عورت پہچانی نہیں جا سکتی اور پردہ کی غرض و غایت قائم رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کی شکل کچھ اس طرح بتایا کرتے تھے۔ دوست اچھی طرح دیکھ کر سمجھ لیں (اس موقع پر حضرت میاں صاحب نے چہرہ کے اُوپر کے حصہ پر ایک ہاتھ رکھ کر اور چہرہ کے نیچے کے حصہ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اور اس کی انگلیاں اُوپر کی طرف اُٹھا کر پردہ کی عملی صورت ظاہر فرمائی) ہاں اگر صحت اور حفاظت کے پہلو کو واجبی طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے چہرہ کا زیادہ حصہ پردہ میں رہ سکے تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ چہرہ بہرحال زینت کا بہترین حصہ ہے۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ انصار اللہ اپنے نوجوان عزیزوں میں صحیح اسلامی پردہ رائج کرنے اور انہیں اس پردہ پر قائم رکھنے کی پوری پوری کوشش کریں گے تاکہ ہماری جماعت دوسرے مسلمانوں کی خلافِ شریعت رَو میں بہنے سے بچ جائے۔

بالآخر مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ **انصار اللہ** کو صحیح معنی میں انصار اللہ بنائے۔ وہ دین کے سچے خادم اور جماعت کے مخلص اور فدائی کارکن بن کر رہیں اور ان کی نسلیں بھی دین کی خادم بنیں اور خدا تعالیٰ انصار کے اس اجتماع کو ہر رنگ میں مبارک اور کامیاب کرے اور ان کے مشوروں میں برکت ڈالے تاکہ جو دوست اِسوقت یہاں جمع ہیں وہ واپس جاتے ہوئے **نئی روح اور نیا ولولہ اور نئی زندگی** لیکر جائیں اور جماعت کا قدم ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ اب ہمیں مسنون طریق پر دعا بھی کر لینی چاہیئے۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد

ربوہ ۲۸/۱۰/۶۰

ایک تحقیقی مقالہ

کیا حضرت آدمؑ گنہگار تھے؟

واقعۂ آدمؑ پر مجموعی نظر

(۳)

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ)

باغِ عدن

حضرت آدمؑ کے متعلق بائبل کے مطابق ساری کارروائی کا تعلق باغِ عدن سے ہے۔ خدا نے عدن میں پورب کی طرف ایک باغ لگایا آدم کو وہاں رکھا۔ اس باغ میں "نیک و بد کی پہچان کا درخت اور حیات کا درخت اُگایا" اور اس باغ میں ایک ندی نکلی جو چار ندیوں میں تقسیم ہوئی۔ پہلی کا نام فیسون ہے۔ دوسری کا نام جیحون ہے۔ تیسری کا نام دجلہ ہے اور چوتھی کا نام فرات ہے (پیدائش ۲/۸-۱۴)

بائبل کا باغِ عدن جس کیفیت کے ساتھ بیان ہوا ہے وہ ایک فرضی تخیّل سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس باغِ عدن کی جائے وقوع کے متعلق تواریخ بائبل میں یوں لکھا ہے:۔

"باوجودیکہ ایسا مفصّل بیان ہمارے پاس موجود ہے پھر بھی عدن کی جائے وقوع کا دریافت کرنا آسان کام نہیں۔ لفظ عدن تو زبان عبرانی میں "خوشی" کے معنی رکھتا ہے۔ ایک شہر اسی نام سے موسوم ہے لیکن وہ بھی خطہ مراد نہیں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ جس وجہ سے اس کی جائے وقوع کو دریافت کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ وہ اُن چاروں ندیوں کا بیان ہے پرانی دنیا کے تینوں بڑے بڑے براعظموں کی خوب چھان بین کی گئی۔ مثلاً چین سے جزائر کینری تک اور کوہ قاف سے بحرہ بالٹک کے کناروں تک کوئی جگہ جو آدم کی پہلی رہائش گاہ سے ذرا بھی مشابہت رکھتی ہو بے تحقیق نہیں چھوڑی گئی۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے بڑے بڑے دریا اپنی اپنی باری پر بائبل کے فیسون اور جیحون کے دریا فرض کئے جا چکے ہیں اور اب نئی دنیا کے سوائے اور کوئی جگہ باقی نہیں رہی جہاں محقق اس سوال کے پیچ در پیچ راہوں میں سرگرداں ہوں۔" (تواریخ بائبل صـ۲۰)

اس باغِ عدن میں "سنگِ سلیمانی" کا ذکر ہے۔ (پیدائش ۲/۱۲) جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ حضرت سلیمانؑ کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس فرضی باغِ عدن میں صورتِ

بادشاہ کو رکھا۔ اس باغ عدن کا نام باغ اللہ بھی ہے۔
(حزقیل ۲۸: ۱۳-۱۴) اس باغ میں سانپ بھی موجود ہے۔
(پیدائش ۳: ۱) سب سے پہلے خدا نے سانپ کو سزا دی اور کہا تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور عمر بھر خاک کھائیگا اور میں تیرے اور عورت کے اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گی اور تو اس کی ایڑی کو کاٹے گا۔ (پیدائش ۳: ۱۴-۱۵) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سانپ سے مراد یہی سانپ ہے جو بقول بائیبل میدان کے سب جانوروں سے ہوشیار تھا (پیدائش ۳: ۱) اور اس کو پیٹ کے بل چلنے کی سزا ملی۔ (۳: ۱۴) حوا کی نسل اور سانپ کی نسل میں دشمنی سے بھی یہی سانپ مراد ہیں جو زمین پر پیٹ کے بل چلتے پھرتے ڈنک چلاتے اور آدمی کی ایڑی سے چلے جاتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ وہ سانپ جس کے ساتھ مائی حوا کو واسطہ پڑا انسانوں کی طرح باتیں کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے (پیدائش ۳: ۱-۴) لیکن موجودہ سانپ آدمیوں کے ساتھ اپنے باپ کی مانند باتیں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ کوئی پادری ہی بتا سکتا ہے۔

پھر سانپ سے یہ کہا گیا کہ تو عمر بھر خاک کھائے گا۔ (پیدائش ۳: ۱۴) لیکن یہ سانپ مٹی، مینڈک چوہوں کے علاوہ کئی قسم کے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ توریت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پیٹ کے بل چلنے کی سزا سے پہلے سانپ کس طرح چلتا تھا۔ کیا اس کی ٹانگیں تھیں یا دم کے بل چلتا تھا؟ اگر ایسا نہیں تو پھر یہ سزا کیونکر ہوئی؟ اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ مٹی کھانے کی سزا سے قبل اس کی کیا غذا تھی؟ اور اگر حوا اور اس کی اولاد کے ساتھ سانپ اور اس کی نسل کی دشمنی دغابازی کی سزا کے طور پر تھی تو بچھو اور دیگر موذی جانوروں کی آدم کے ساتھ دشمنی کی کیا وجہ ہے؟ مچھر جو ساری رات بے آرام رکھتا ہے اور بنی آدم بھی اس کے مارنے پر ہمیشہ آمادہ رہتے ہیں اس دشمنی کا کیا سبب ہے؟

اس کے علاوہ مکاشفہ ۱۲: ۹، ۲۰: ۲۔ یسعیاہ ۲۷: ۱ میں سانپ کو ابلیس اور شیطان بتایا ہے۔ نیز لکھا ہے سانپ کی اصل سے ایک ناگ نکلے گا اور اس کا پھل ایک آتشی اُڑنے والا سانپ ہوگا (یسعیاہ ۱۴: ۲۹) حضرت مسیح نے اپنے مخالف یہودیوں کو ابلیس کے بیٹے بتایا ہے۔ (یوحنا ۸: ۴۴) حضرت یوحنا نے فریسیوں اور صدوقیوں کو سانپ کے بچے کہا (متی ۳: ۷) اور حضرت مسیح نے ان کو کہا۔ اے سانپو، اے افعی کے بچو (متی ۲۳: ۳۳)

مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ سانپ سے مراد شیطان ہے، اس سے بد ارواح اور بُرے لوگ مراد ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو وہ سانپ اور اس کی نسل جو پیٹ کے بل چلنے والی اور مٹی کھانے والی ہے وہ درست نہیں۔

اس قصہ کا ماخذ

مصنف تواریخ بائیبل لکھتا ہے کہ پیدائش عالم کا بیان کسدیوں کی "پیدائش کی کتاب" میں مرقوم ہے کسدیوں کی روایات جو پیدائش کے بارے میں ہیں دیوتاؤں کے درخت اور مندروں محلوں پر جو تصویریں پائی جاتی تھیں وہاں کروبیم بھی اس متبرک علامت یعنی درخت کے دو جانب دکھائی دیتے ہیں (تواریخ بائیبل صفحہ ۳ و صفحہ ۲۴) حیات کے درخت پر فرشتوں کا پہرہ تھا (پیدائش ۳: ۲۴) دیوتا تھے۔ آر۔ ڈومیلو "تفسیر کتاب مقدس" کے مقدمہ میں لکھتا ہے:۔

"اب یہ وسیع طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ پیدائش میں دنیا کی تخلیق کا بیان اپنے

اندر اعتقادات کے ایسے عنصر رکھتا ہے
جو شاید کتاب پیدائش کے لکھے جانے سے
کئی ہزار سال پہلے بابل اور شام میں موجود
تھے"

نیز تواریخ بائیبل میں مذکور ہے کہ بابل کے بُرج کی روایات کسدیوں کی کہانیوں کا قیامت یعنی سمندر کا اژدہا پیدائش کی کتاب کے سانپ کی مانند آدم کے گر جانے سے تعلق رکھتا ہے" (صفحہ ۲۵)

پس ظاہر ہے کہ کسدیوں کی کتاب جس کا نام بھی "پیدائش کی کتاب" ہے کے نام پر بائیبل کی پہلی کتاب کا نام "پیدائش" رکھا گیا ہے اور درخت حیات، فرشتوں کا پہرہ، دریائی اژدہا وغیرہ سب کسدیوں کی کتاب سے نقل کیا ہوا ہے۔

عورت کی سزا

بائیبل کہتی ہے کہ سانپ کے بعد حوا سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی۔ (پیدائش ۳/۱۶) یہ بھی درست نہیں کیونکہ ایسے ٹیکے ایجاد ہو چکے ہیں جن کے لگنے سے دردِزہ میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ نیز بانجھ عورتیں اس سزا سے محفوظ رہتی ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ جرم تو عورت کا تھا اور سزا بھی اس کو اور اس کی اولاد کو ملی لیکن جانور کیوں دردِزہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس بچہ دیتے وقت زبان نکال لیتی ہیں اور سخت تکلیف محسوس کرتی ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ کوئی چرند اور پرند بھی اس تکلیف سے محفوظ نہیں؟

آدم کو سزا

آدم سے خدا نے کہا کہ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے کھائے گا (پیدائش ۳/۱۷) یہ سزا بھی درست نہیں۔ کیونکہ خدا نے آدم کو باغِ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے (پیدائش ۲/۱۵) آدم کو باغِ عدن میں رکھنے کی غرض صرف یہی تھی کہ وہ باغبانی اور نگہبانی کرے۔ کیا مسیحی دوستوں کے نزدیک باغبانی کرنا اور چوکیداری کرنا محنت اور مشقت میں شامل ہے یا نہیں؟ کیا ہزاروں آدمی باغبانی اور نگہبانی سے روزی نہیں کماتے؟ پس آدم پہلے بھی محنت اور مشقت کرتا تھا تو بعد میں بھی یہی کام آتا ہے۔ یہ اس کے لئے سزا بالکل بے معنی سی بات ہے۔ نیز لکھا ہے:-

۱۔ "مبارک ہے ہر ایک جو خداوند سے
ڈرتا ہے اور اس کی راہوں پر چلتا ہے۔
کہ تو اپنے ہاتھ سے کمائی کھائے گا۔ تو
سعادت مند ہے اور خیر تیرے ساتھ ہے"
(زبور ۱۲۸/۱-۲)

۲۔ "اور یہ بھی کہ ہر ایک انسان کھائے
اور پیئے اور اپنی ساری محنت کا فائدہ پائے
تو یہ بھی خدا کی بخشش ہے" (واعظ ۳/۱۳ و
۵/۱۹ و ۲/۲۴)

اس سے ثابت ہے کہ ہاتھ کی کمائی یا محنت و مشقت سے کمانا اور کھانا یہ خدا کی بخشش ہے بلکہ مبارک ہے وہ آدمی جو اپنے ہاتھ سے کماتا اور کھاتا ہے۔ وہ سعادتمند ہے اور خیر اس کے ساتھ ہے۔ کیا یہ سزا ہے یا خدا کی بخشش؟ اس کے علاوہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ "تم فانی خوراک کے لئے محنت نہ کرو (یوحنا ۶/۲۷) اپنی جان کا فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے۔ کوّوں پر غور کرو کہ نہ بوتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں (لوقا ۱۲/۲۲-۲۵) اور کل کے لئے فکر نہ کرو۔ کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لے گا (متی ۶/۳۴) اور دعا سکھلائی "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے" (متی ۶/۱۱) پس معلوم ہوا کہ مسیحی تعلیم کے مطابق تکلیف سے کمانا یا محنت کے ساتھ رزق مہیا کرنا درست نہیں سب کچھ

خدا ہی کرے گا۔ اگر محنت و مشقت اور پسینہ کی کمائی سے کھانا بطور سزا کے ضروری ہوتا تو حضرت مسیح مشقت کی کمائی سے نہ روکتے۔

آدم کو خدا نے کہا "زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی" (پیدائش ۳/۱۷) اس میں خدا نے حضرت آدم کو لعنتی نہیں کہا نہ ہی آدم کے لئے گنہگار کا لفظ استعمال کیا۔ نیز زمین کا لعنتی ہونا بھی بعد کے واقعات نے غلط ثابت کر دیا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ خدا نے ہابیل کی قربانی کو جو بھیڑ اور بکریوں پر مشتمل تھی کو قبول فرمایا (پیدائش ۴/۴) پس اگر زمین لعنتی ہوتی تو اس کا پھل بھی لعنتی ہونے کی وجہ سے خدا کے حضور مقبول نہ ہوتا۔ ہابیل کے ہدیہ کا قبول کیا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ زمین درحقیقت لعنتی نہ تھی۔

نیز آدم کو خدا نے فرمایا کہ "تو زمین سے نکالا گیا ہے تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائے گا" (پیدائش ۳/۱۹) لیکن اسی کتاب میں حضرت حنوک کی بابت لکھا ہے کہ وہ غائب ہو گیا اس لئے کہ خدا نے اُسے لے لیا (پیدائش ۵/۲۴) اور عبرانیوں کے مصنف نے یوں لکھا ہے "ایمان سے حنوک اٹھا لیا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے۔ (عبرانی ۱۱/۵) نیز ایلیاہ نبی خاک میں دفن نہیں ہوا بلکہ بجسد عنصری آسمان پر چلا گیا۔ (۲-سلاطین ۲/۱۱) ظاہر ہے کہ بقول بائیبل یہ بزرگ پیدا تو ہوئے لیکن ان پر موت وارد نہیں ہوئی اور نہ وہ خاک میں دفن ہوئے۔ اگر یہ حوالے درست ہیں تو آدم کی اولاد کو موت اور خاک میں دفن ہونے کی سزا کا ورثہ میں ملنا درست ثابت نہیں ہو سکتا۔

باقی رہا آدم کا باغ عدن سے نکلنا۔ اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے۔ پہلے وہ باغبانی اور نگہبانی کا کام کرتا تھا۔ نظام الٰہی نے اسے فارغ کر دیا کہ وہ ہجرت کر کے اس برکت کے پھیلانے کا موجب ہو جو خدا نے اسے دی تھی کہ "پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو اور اس کو محکوم کرو سرداری کرو" وغیرہ (پیدائش ۱/۲۸) انسانی پیدائش کی غرض یہ نہیں کہ وہ ایک باغ میں صرف باغبانی اور چوکیدارہ کرتا رہے اور اسے نیکی اور بدی تک کی پہچان نہ ہو اور بچپن کی حالت میں ہمیشہ رہے وہ نیکی اور بدی کی تمیز میں خدا کی مانند بن چکا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ "اُسے باغِ عدن سے باہر اسلئے کیا کہ وہ کھیتی کرے (پیدائش ۳/۲۳) یعنی باغبانی اور چوکیدارہ کو چھوڑ کر کھیتی کرنے کے لئے اس نے ہجرت اختیار کی۔ اس میں سزا کا کوئی پہلو نہیں۔

پس بائیبل نے جو حضرت آدمؑ کا قصہ بیان کیا ہے وہ درست نہیں اور وہ تحقیق و تنقید کے میدان میں نہیں ٹھہر سکتا۔ ایک دفعہ جب عیسائی پادری ربوہ میں آئے، تو ایک جوابی تقریر کے آخر پر مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل نے بلند آواز سے مسیحی بھائیوں کو خطاب کرتے ہوئے خوب فرمایا تھا کہ "اے بھائیو! ہم نے اپنے باپ حضرت آدمؑ کو اور اپنی ماں حوا کو بے گناہ اور معصوم ثابت کر دیا ہے لیکن آپ ہیں کہ اپنے باپ اور اپنی ماں کو مجرم اور گناہگار ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

احساسِ ذمہ داری

کراچی سے ملک منیر احمد صاحب خریدار ۱۱۲۹ منی آرڈر کوپن پر تحریر کرتے ہیں:-

"مکرمی! السلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک غلطی کی وجہ سے الفرقان کا وی۔پی واپس چلا گیا۔ میں اب بارہ روپے بھیج رہا ہوں امید ہے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔"

اگر جملہ احباب میں یہ احساس پیدا ہو جائے تو رسالہ کو بہت سہولت ہو سکتی ہے۔ (مینیجر)

حیدرآباد دکن میں احمدیت کی اعجازی برکت کا ایک نشان

(حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے قلم سے)

۱۹۳۵ء میں خاکسار مرکز کی ہدایت کے ماتحت گیارہ ماہ تک حیدرآباد دکن میں مقیم رہا۔ اس دوران میں ایک دفعہ جناب محترم نواب اکبر یار جنگ بہادر نے اطلاع دی کہ ان کی ہائیکورٹ کی ججی کی ملازمت ختم ہونے کو ہے۔ ایک سال کی توسیع ان کو مل چکی تھی۔ یہ توسیع بھی اب ختم ہو چکی ہے مزید توسیع کے لئے انہوں نے نظام صاحب حیدرآباد کے پاس درخواست کی ہوئی ہے لیکن بہت سے امیدوار جو اس عہدے پر فائز ہونے کے متمنی ہیں اس کوشش میں ہیں کہ مزید توسیع نہ ملے اور بڑے بڑے ارکان حکومت جن میں بعض وزرا بھی شامل ہیں اُن کو توسیع دیئے جانے کے خلاف ہیں۔ نیز سجادہ نشین اور علماء بھی بوجہ ان کے احمدی ہونے کے سخت مخالف ہیں اور حضور نظام پر ہر طرح سے زور ڈالا جا رہا ہے۔

مَیں نے جب نواب صاحب سے یہ بات سُنی تو بوجہ غیرتِ احمدیت اور احساسِ عزتِ سلسلہ حقہ میرا قلب جوش سے بھر گیا اور مَیں نے تخلیہ میں سربسجود ہو کر دیر تک نہایت تضرع اور خشوع و خضوع سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جس پر مَیں نے کشفاً دیکھا کہ ایک دروازہ دو قفلوں سے بند ہے۔ مَیں نے قوتِ ارادی اور توجہ سے دل میں یہ یقین کرتے ہوئے کہ میرے ہاتھ لگانے سے ہی بفضلہ تعالیٰ یہ دونوں قفل کھل جائیں گے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ میرا ہاتھ لگتے ہی چشم زدن میں دونوں قفل کھل گئے۔ مجھے اس کشف کی یہ تفہیم ہوئی کہ دو سال کی مزید توسیع نواب صاحب کو مل جائے گی۔ مَیں نے اس کشف اور تفہیم کا ذکر اسی وقت حضرت حافظ ملک محمد صاحب برادر کلاں جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور عزیزم میاں محمد لقمان صاحب جالندھری سے بھی کر دیا جو اُن دنوں حیدرآباد میں مقیم تھے۔

جناب نواب صاحب نے یہ سُن کر فرمایا کہ موجودہ مخالفانہ حالات میں تو ایک سال کی توسیع بھی محال نظر آتی ہے چہ جائیکہ دو سال کی مزید توسیع ملے۔ جب درخواستوں کے فیصلے صادر ہونے میں صرف آٹھ دن باقی رہ گئے تو نواب صاحب نے ذکر فرمایا کہ آج مجھے شہر سے بہت ہی مایوس کن رپورٹیں ملی ہیں اور سب لوگ میری مخالفت میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں تب مَیں نے احمدیت کی عزت اور غیرت کی خاطر جوش سے بھر کر پھر دعا کی تو مجھے بتایا گیا کہ جو اطلاع اس سے پہلے کشف سے دی گئی ہے۔ وہ درست ہے اور نواب صاحب کو محض احمدیت کی عزت کی وجہ سے کامیابی ہوگی اور دو سال کی توسیع ملے گی چنانچہ مَیں نے نواب صاحب کو دوسرے احباب کی موجودگی میں یہ تسلی بخش اطلاع دی تب انہوں نے پھر مخالفانہ حالات کا ذکر کیا اور حالات کے پیشِ نظر ایک رنگ میں مایوسی کا اظہار کیا۔ مَیں نے نواب صاحب کو یقین دلایا کہ حالات خواہ کس قدر مایوس کن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اطلاع ملی ہے وہ سچی ہے اگر آپ مزید تسلی چاہیں تو مَیں یہ بات لکھ کر بھی آپ کو دے سکتا ہوں اس پر نواب صاحب نے فرمایا لکھنے کی ضرورت نہیں آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں ہیں مجھے آپ کی زبانی بات پر بھی یقین ہے چنانچہ نواب صاحب نے اس

بات کا ذکر اپنے گھر میں بھی کیا۔

جب حکم سُنانے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تو میں نواب صاحب کی کوٹھی سے جو شہر سے تین چار میل کے فاصلے پر تھی شہر میں احمدیہ جوبلی ہال میں چلا گیا۔ وہاں پر بھی دو دن میں نے تخلیہ میں الحاح و تضرع سے دعا کی۔ جس روز حکم سُنانے کا دن تھا اس دن میں صبح کی نماز کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ میں نے سجدہ کی حالت میں کشفی نظارہ دیکھا کہ نظام میر عثمان علی خان بالقابہ کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے میز رکھی ہوئی ہے جس پر ایک کاغذ پڑا ہے اور وہ اس پر کچھ لکھنے لگے ہیں۔ میری نظر بھی کاغذ پر پڑ رہی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کاغذ پر لکھا یہ تھا "نواب اکبر یار جنگ کو دو سال کی توسیع دی جاتی ہے" اس کے بعد کشفی حالت جاتی رہی۔ نماز کے بعد میں نے اس کشفی حالت کا ذکر احباب کے سامنے جو دس گیارہ کے قریب تھے کر دیا۔

اتفاق سے تھوڑی دیر بعد جناب نواب صاحب بھی تشریف لے آئے تو کئی احباب نے جو جوبلی ہال میں موجود تھے نواب صاحب سے میرے کشف کا ذکر کر کے مبارکباد دی۔ نواب صاحب نے تعجب کا اظہار فرمایا کیونکہ رات کو جو تازہ اطلاعات ان کو ملی تھیں وہ بہت ہی مایوس کن تھیں اور سوائے میری خوشخبری کے جو من جانب اللہ تھی اور کوئی بات بھی حق میں نظر نہ آتی تھی۔

نواب صاحب حضور نظام کے پاس جانے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک خوبصورت جلد والی کتاب جو ریشمی غلاف میں لپٹی ہوئی تھی پکڑی ہوئی تھی۔ یہ سیدنا حضرت اقدس کی کتاب درثمین فارسی تھی جو وہ نظام حیدر آباد کو بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے لائے تھے۔ جب نواب صاحب نظام کے حضور حکم سُننے کیلئے پہنچے تو اتفاق سے وہ بہت خشمگین تھے اور کسی درباری خادم پر بوجہ غلطی کے خفا ہو رہے تھے۔ حضور نظام کو اس حالت میں دیکھ کر نواب صاحب کو اور بھی فکر پیدا ہوئی۔

جب نواب صاحب نظام صاحب کے حضور پہنچے اور اپنی توسیع کے بارے میں حکم صادر فرمانے کے لئے عرض کیا تو نظام حیدر آباد نے قلم و دوات اور کاغذ لیکر میز پر رکھا اور نواب صاحب کے لئے مزید دو سال کے لئے توسیع کا حکم صادر کر دیا اور حکم نامہ نواب صاحب کے ہاتھ میں دیکر دو چار منٹ میں نواب صاحب کو رخصت کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

واپسی پر نواب صاحب محترم سیدھے احمدیہ جوبلی ہال میں آئے اور آب دیدہ ہو کر دیر تک میرے ہاتھ کو بوسہ دیتے رہے اور فرمایا کہ میں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت تو نہیں کی لیکن حضور کی برکت سے آپ کے ایک صحابی کے ذریعے ہمارے لئے ایک عظیم الشان معجزہ ظاہر ہوا اور ہمارے ایمان کی زیادتی کا باعث بنا۔ نواب صاحب محترم کی بیگم صاحبہ اس وقت تک احمدی نہ تھیں ان پر بھی اس نشانِ صداقت کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی خدا کے فضل سے اس کے بعد احمدی ہو گئیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک والشکر للہ خیر الناصرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ مسیح محمد و مطاعہ و آلہ و اهل بیتہ اجمعین۔

فرض

آپ رسالہ الفرقان کے خریدار ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر اپنے حلقۂ اثر میں کم از کم ایک مزید خریدار پیدا فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔ (مینجر)

خوبصورتی

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کوئٹہ)

اِس مضمون کا عنوان دیکھ کر تعجب تو ہوگا کہ ایک مذہبی رسالہ میں اِس مضمون کا کیا کام لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا یہ بدن اور روح اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں جو ہمیں ملی ہوئی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اِن دونوں کو اعلےٰ حالت میں رکھیں اور صحیح کام اِن سے لیں تو ہمارے لئے اِس دنیا میں بھی حسنات ہوں گے اور آخرت میں بھی۔ ہماری روح کی خوبصورتی کے واسطے تمام ضروری ہدایات قرآن کریم میں موجود ہیں اور ہمارے عملی رائکس ہیں سے ہمارے لئے نسخہ جات جو ضروری ہوتے ہیں ہم کو بتاتے رہتے ہیں۔ بدن کی خوبصورتی کے لئے اگرچہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں تاہم کچھ باتیں میں بھی لکھ دیتا ہوں۔

بابا آدم کے وقت سے آج تک ہر انسان کی خواہ وہ مرد ہے یا عورت یہ کوشش رہی ہے کہ اسکی ظاہری شکل و صورت ایسی ہو جس کا اثر دوسروں پر اچھا پڑے۔ جنگوں کے وقت یہ اثر رعب کی شکل میں ہوتا تھا۔ اسی لئے جنگ کرنے والے اپنی شکل اور لباس کو ایسا بنا لیتے تھے جس کو دیکھ کر مقابل کا شخص ڈر جائے اور اس پر آسانی سے غلبہ پایا جا سکے۔

دوسرے وقتوں میں اپنی شکل و لباس کو ایسا بنایا جاتا ہے کہ یہ دوسرے کے لئے کشش کا باعث ہو۔ لوگ اس کی شکل و صورت کی طرف متوجہ ہوں اور لباس سے اس کی شان ظاہر ہو۔ خاص کر نر و مادہ میں ایک دوسرے کے لئے کشش ہو۔ قدرت نے جانوروں میں بھی یہ بات رکھی ہے۔ کہیں نر کو خوبصورت بنایا ہے جیسا کہ مور، مرغا وغیرہ اور کہیں مادہ کو زیادہ خوبصورتی ملی ہے۔

خوبصورتی کا معیار صرف چہرے کے خد و خال اور جسم کے قد پر نہیں۔ اِس دنیا میں بہت سی قومیں آباد ہیں اور تقریباً ہر ایک کے جسم اور خد و خال الگ الگ ہیں۔ چینی، جاپانی اور منگول اقوام کے چہرے میں ناک چپٹی، آنکھیں ترچھی اور چہرے چوڑے ہوتے ہیں۔ شمالی مغربی ہندوستان، پاکستان، ایران، ترکی، عرب اور یورپ کی اقوام میں رنگت میں فرق ہو تو ہو ورنہ قد و قامت اور چہرے کے نقوش تقریباً یکساں ہوتے ہیں۔ جنوبی ہند کے لوگوں کے نقوش الگ ہیں۔ پھر افریقہ کے حبشی، ان کا جسم بالکل ہی الگ ہے۔ رنگ بالکل سیاہ ہے۔ دراصل یہ سب چیزیں ملک کی آب و ہوا، زمین کی حالت، خوراک اور دارد گرد کے ماحول پر منحصر ہیں۔ گرم ملکوں میں رنگ کالا ہوتا ہے۔ یہ بھی قدرت کی ایک بڑی مہربانی ہے۔ جلد کی کالی رنگت خون اور بدن کے تمام اندرونی نظام کو دھوپ کی تیز روشنی اور گرمی سے محفوظ رکھتی ہے۔ جیسے آپ تیز دھوپ اور روشنی سے اپنی آنکھوں کو بچانے کے واسطے گاگل پہن لیتے ہیں گرم ملکوں میں ناک کچھ چپٹی ہوتی ہے۔ کیونکہ باہر کی ہوا

کافی گرم ہوتی ہے۔ سرد ملکوں میں ناک اونچی ہوتی ہے کیونکہ باہر کی ٹھنڈی ہوا کو بدن کے اندر جانے سے پہلے کچھ گرم کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح گرم ملکوں میں آنکھیں ذرا چھوٹی اور پتلی سیاہ ہوتی ہے اور پلکیں لمبی ہوتی ہیں۔ تیز روشنی اور گرمی سے آنکھیں کچھ نیم وا سی ہوتی ہیں تاکہ آنکھ کے اندر کا پردہ جس پر تصویر بنتی ہے محفوظ رہے۔ لمبی پلکیں گرد و غبار کو آنکھوں میں جانے سے روکتی ہیں۔ کالی پتلی بھی تیز روشنی سے آنکھ کو محفوظ رکھتی ہے۔ یہی حال بدن کے دوسرے حصوں کا ہوتا ہے۔ ہر ملک کے لوگ خواہ ان کی رنگت کچھ بھی ہو اور خواہ ان کی قد و قامت کچھ ہو اپنے ملک کے افراد کو ہی زیادہ خوبصورت سمجھتے ہیں اور انہی کو پسند کرتے ہیں۔ بعض ملک ایسے ہیں کہ ان پر اکثر غیر اقوام حملہ کرتی رہیں۔ مثلاً ہندوستان کا شمال مغربی حصہ، پاکستان، افغانستان، ایران اور ترکی وغیرہ ایسا ہی مڈل ایسٹ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان جگہوں میں آبادی ایک مخلوط نسل کی ہے۔ ان کی رنگت، قد و قامت اور نقوش بھی مخلوط قسم کے ہو گئے ہیں۔

یہ سب کچھ تو تمہیدی باتیں تھیں، اب ہم اصل مضمون کو لیتے ہیں کہ دراصل خوبصورتی کیا چیز ہے اور ہم اس کو کیسے پیدا کر سکتے اور قائم رکھ سکتے ہیں۔ خوبصورتی کا ایک بڑا حصہ جسمانی صحت ہے۔ صحت جتنی اچھی ہو گی اتنی ہی خوبصورتی زیادہ ہو گی۔ دوسرے حصہ کے بھی دو جزو ہیں۔ بدن کی موزونیت اور خد و خال کی یکسانیت۔

اب ہم بتائیں گے کہ اگرچہ یہ چیزیں قدرتی اور پیدائشی طور پر انسان کو ملتی ہیں لیکن کن صورتوں میں یہ قدرت سے پورے طور پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ماں باپ کی حالت سے شروع کرنا ہو گا۔ اگر ماں باپ کی صحت اچھی ہے، ان میں محبت و پیار ہے۔ ایک دوسرے سے نفرت و غصہ نہیں، اخلاق اچھے ہیں، دماغی توازن درست ہے، گھر کے حالات اور ماحول خوش کن ہے اور ایام حمل میں ماں کی صحت بہت اچھی ہے۔ مزاج خوش ہے۔ اعصابی اور دماغی حالت درست ہے تو انشاء اللہ بچہ اچھا جسم اور اچھا دماغ لیکر اس دنیا میں آئے گا۔

بچہ ماں اور باپ دونوں کے تاثرات لیتا ہے۔ لیکن ماں کے تاثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ ماں باپ کی بعض بیماریوں کا اثر بچے پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً آتشک، سوزاک، سل اور دق۔ آتشک والوں کے بچوں کی ناک بیٹھی ہوئی، مسوڑھے خراب اور ہڈیوں میں بعض خرابیاں ہوتی ہیں۔ جب دانت نکلتے ہیں وہ خراب ہوتے ہیں۔ سوزاک کی حالت میں پیدا ہونے والے بچے کی آنکھیں اکثر خراب ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے اپنے اپنے طور پر مرد اور عورت کا طبی معائنہ ہونا چاہیئے۔ اور دونوں جب تک طبی لحاظ سے صحت مند نہ ہوں شادی نہیں کرنی چاہیئے۔

حمل کے دوران میں بھی عورت کو اپنی صحت اچھی رکھنی ضروری ہے۔ اچھی خوراک ہو ورنہ بچہ کمزور ہو گا۔ تنگ کپڑے نہ پہنے جائیں۔ پیٹ کے کسی مقام پر خاص زور یا بوجھ نہ پڑے۔ ہر طرح کے خوف و ہراس اور غم و فکر سے عورت آزاد ہو۔ ان کا اثر ماں پر ہو گا اور ماں کا اثر بچہ پر پڑے گا۔ بیماری کی حالت میں کسی اچھے سند یافتہ ماہر ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ ایسی حالت میں انشاء اللہ بچہ صحت مند اور بغیر کسی جسمانی نقص کے پیدا ہو گا۔

پیدائش کے بعد بچہ کی خوراک ایک اہم مسئلہ ہے۔ سب سے اچھی خوراک ماں کا دودھ ہے۔ خواہ ماں کا دودھ ہو یا گائے کا بہرحال طبی مشورہ کے مطابق اسکا انتظام کرنا چاہیئے۔

اب ہم بعض اُن باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی بچپن میں احتیاط نہ ہونے سے بچہ ساری عمر کے واسطے بدصورت ہوجاتا ہے:۔

(۱) چھ مہینے کی عمر سے پہلے بچے کو چیچک کا ٹیکہ ضرور لگوا دینا چاہیئے۔ اگر اس میں غفلت کی گئی اور چیچک نکل آئی تو بعض وقت بچہ جان سے جاتا ہے۔ اگر زندہ بھی رہا تو چیچک کے داغ اس کو سخت بدنما بنا دیتے ہیں۔ میں نے بہت سے اشخاص ایسے دیکھے ہیں جن میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ اُن کی رنگت گوری، آنکھیں نہایت خوبصورت لیکن چیچک کے داغوں نے تمام چہرہ سخت بدشکل بنایا ہوا ہے۔ اکثر اندھوں سے دریافت کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ چیچک نکلی آنکھوں میں بھی دانے نکلے اور آنکھیں ضائع ہوگئیں۔

(۲) بچے کے لئے اچھی خوراک ضروری ہے۔ اچھی خوراک یا دودھ نہ ملنے سے ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں ٹانگیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں۔ سینہ کی ہڈیاں آگے کو اور پشت کی پیچھے کو مڑ جاتی ہیں۔ اس طرح بچہ بیماری کے علاوہ ساری عمر کے واسطے معذور اور بدنما ہوجاتا ہے۔

(۳) بچے کو اگر دودھ مناسب طریقہ پر نہ پلایا جائے تو اس کے کان خراب ہوجاتے ہیں۔ گلے سے دودھ کا اثر کان کے اندر پڑتا ہے۔ اس سے بچے کے کان میں پیپ پڑجاتی ہے۔ اسی طرح اگر کھانسی، زکام اور کسی اور بیماری کے باعث گلا خراب ہوجائے تو اس سے بھی کان میں پیپ پڑسکتی ہے اور ساری عمر کے واسطے بچے کی شنوائی ضائع ہوسکتی ہے ایسی حالت میں ضرور کسی تجربہ کار اور مستند ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔

(۴) کھٹمل یا اسی طرح کے دوسرے جانوروں کے کاٹنے سے بعض وقت چہرہ پر یا بدن کے کسی اور حصہ پر زخم پڑجاتا ہے اور یہ زخم اچھا ہونے میں مہینوں لیتا ہے اور اچھا ہونے کے بعد ایک ایسا نشان چھوڑ جاتا ہے جو بدصورتی کا باعث بن جاتا ہے۔

(۵) بعض بچوں کو ہر وقت مُنہ کھُلا رکھنے کی عادت پڑجاتی ہے۔ انمیں سے اکثر کو ناک یا گلے کی تکلیف ہوتی ہے۔ جس کے باعث ناک سے سانس نہیں لے سکتے۔ یہ مُنہ کھُلا رکھنے کی عادت بڑی عمر میں بھی نہیں جاتی جو اچھے بھلے چہرہ کو بدصورت بنا دیتی ہے۔ مُنہ بند رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

(۶) بعض بچوں کو اُوپر کے دانتوں سے نیچے کا ہونٹ دبانے کی عادت پڑجاتی ہے۔ اس سے اُوپر کے دانت باہر کو آجاتے ہیں اور بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ بچے کو مُنہ بند رکھنے کی عادت ڈالیں۔ اور اگر مسوڑھوں میں کوئی نقص ہو تو دانتوں کے ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔

قدرت نے جو شکل اور خدوخال بچے کو دیئے ہیں وہ تبدیل نہیں ہوسکتے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ بچے سے یہ عطا چھینی نہ جائے اور بچہ اس عطا سے پورا فائدہ اٹھالے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ بچے کو شروع سے ہی ایسا ماحول ملے جس میں وہ نہ صرف اپنے چہرہ بلکہ تمام اعضاء کو صاف ستھرا رکھے۔ اس میں آنکھ، ناک، دانت، کان اور بدن کے سب حصے آجاتے ہیں۔ اگر شروع سے ہی اس کو صفائی رکھنے کی عادت ڈالی جائے گی تو بڑے ہوکر بھی اس کو یہ عادت رہے گی۔ اسی طرح حسیات کا حال ہے۔ حد سے زیادہ لاڈلے بچے یا وہ بچے جن پر زیادہ سختی کی جائے زیادہ حساس ہوجاتے ہیں۔ ان کے چہروں کے نقوش میں ایک خاص طرح کا فرق پڑجاتا ہے۔ ان میں مسکراہٹ جو خوبصورتی کی بنیاد ہے نہیں ہوتی۔ بلکہ نقوش میں ایک طرح کی کھچاوٹ پیدا ہوجاتی ہے جو خوبصورتی کو ضائع کردیتی ہے۔

انسانی بدن کی خوبصورتی کا راز جیسا کہ میں نے پہلے بیان

کر دیا ہے۔ صحت اور قدرتی بناوٹ کو قائم رکھنے میں ہے۔ تکلفات اور میک اپ خوبصورتی میں اضافہ نہیں کرتے۔ بلکہ ایک مصنوعی شکل و رنگت بنا دیتے ہیں جو دور سے کچھ اچھی معلوم ہو تو ہو لیکن نزدیک سے دیکھنے میں اس سے کراہت ہوتی ہے۔ اب ہم صحت اور قدرتی بناوٹ کو قائم رکھنے پر کچھ بحث کرتے ہیں۔

صحت:- بچپن ہی سے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بعض ضروری باتیں پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ شروع سے ہی بدن میں چستی، چالاکی اور کام کرنے کی عادت ہونی چاہیئے۔ ایک وقت ایسا ہونا چاہیئے جبکہ آزادی کے ساتھ اپنے ہمجولیوں میں کھیلنے کا وقت ملے۔ پہلے وقتوں میں جبکہ لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں صبح سے شام تک اپنے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ اس وقت بھی ان لوگوں نے اپنی خوشی کے اوقات مقرر کئے ہوئے تھے جو بیاہ شادیوں، تیوہاروں اور میلوں کی شکل میں ہوتے تھے۔ ان اوقات میں غرباء بھی آزادانہ خوشی مناتے تھے۔ غرضیکہ ضروری ہے کہ انسان ایک خاص وقت تک اپنا کام کرنے کے بعد کھیل کود اور ہنسی خوشی میں گذارے۔ امراء کے طبقہ کے لوگ عیاشی اور سستی میں اپنا وقت اور بدن کی طاقت ضائع کر دیتے ہیں۔ طرح طرح کی بیماریاں مول لے لیتے ہیں۔ بدن کی خوبصورتی تو الگ رہی بدن میں امراض کے ناسور پڑ جاتے ہیں۔ وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اس طبقہ کی عورتوں کا ہے۔ سستی، کاہلی، مرغن غذائیں ان کے بدن کو کھو دیتی ہے۔ جسم پھول جاتا ہے۔ بدن پر اتنی چربی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے مرگندے امراض باہر سے مول لا کر ان کو دیدیتے ہیں۔ ان کا حال بھی مردوں سے بدتر ہوتا ہے۔ بدشکل اور وقت سے پہلے بوڑھی ہونے کے علاوہ ان کی عمر بھی لمبی نہیں ہوتی۔ غرباء میں خوراک کی کمی، جگہ کی تنگی، محنت کی زیادتی، طبیعت ہر وقت مغموم، خوشی کا نہ ہونا، یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ مرد ہو یا عورت ان کی صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ اکثر بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خاص کر سل اور دق کا۔

اب ہم صحت کو قائم رکھنے کے واسطے کچھ باتیں لکھتے ہیں۔ بچوں کی بابت تو پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب ہم اس عمر کی بابت لکھتے ہیں جس میں خوبصورتی کی حقیقی ضرورت ہوتی ہے۔

خوراک:- اگر امراء کا طبقہ تکلفات کو چھوڑ دے۔ اپنی خوراک میں سے چرب (گھی، تیل اور چربی) کم کر دے۔ میٹھا یعنی شکر اور مٹھائیاں کم کر دے۔ اسی طرح خوراک کی مقدار میں بھی کمی کر دے تو رفتہ رفتہ ان کے جسم کا بھاری پن کم ہوتا چلا جائے گا۔

غرباء کا طبقہ اپنی خوراک اچھی کر سکتا ہے۔ خوراک میں سے بعض چیزیں کم کر دے یا بالکل چھوڑ دے۔ مثلاً چائے۔ جتنا خرچ چائے پر ہوتا ہے اتنا وہ دودھ اور دوسری خوراک پر خرچ کرے۔ اسی طرح بیڑی، سگریٹ کو چھوڑ کر جو خرچ وہ اس پر کرتا ہے اپنی خوراک پر کرے۔ اگر سینما دیکھنے کی عادت ہے تو اسے چھوڑ کر اپنی ضروریات پر خرچ کرے تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔

خوراک میں روٹی، چاول (خواہ موٹے ہوں) دال، سبزی، گوشت وغیرہ چیزیں ہیں ان کو باقاعدہ استعمال کرے۔ پھر دیکھے گا کہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی صحت کیسی اچھی رہتی ہے۔ غرضیکہ فضول اور نقصان دہ چیزوں کو چھوڑ کر مفید چیزوں کا استعمال کرے۔ اس طرح وہ اپنی خوراک کی حالت درست کر سکتا ہے۔

ورزش:- اگر ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت اپنا فرضِ منصبی محنت اور دیانت سے ادا کرے تو اس کو جسمانی محنت کافی کرنی پڑتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ

امراء کے طبقہ کے پاس کام کم اور خوراک زیادہ ہوتی ہے اور غرباء کے طبقہ کو کام زیادہ اور خوراک کم۔ اس طرح سے دونوں طبقے ہی نقصان میں رہتے ہیں۔

اپنا کام خواہ ملازمت ہو، تجارت ہو یا مزدوری مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔ اس میں انسان کو فرحت حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی وقت ایسا نکل سکے کہ اس میں خوشی کا کھیل کود یا سیر و تفریح ہو سکے۔ اس کا اثر دماغ اور جسم پر اچھا پڑتا ہے۔ مثلاً ٹینس، فٹ بال، ہاکی، بیڈمنٹن، کبڈی، دوڑ وغیرہ۔ اگر کہیں تیرنے اور کشتی چلانے کا انتظام ہو سکے تو یہ بھی اچھی ورزشیں ہیں۔ لیکن ورزشوں کی بابت یہ یاد رکھیں کہ یہ باقاعدہ ہوں اور ہر روز ہوں۔ اسی طرح سیر و تفریح ہے۔ ایک وقت سیر و تفریح کا اور ہمجولیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کا ضرور ہونا چاہیئے۔ تاکہ انسان کے دماغ کو بھی کچھ آرام ملے۔ مشکل یہی ہے کہ دن بھر دنیا کے جھگڑے ہیں اور مسجد میں جاؤ تو ملا صاحب صرف دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ بہشت کا ذکر ان کی زبان پر کبھی نہیں آتا۔ اب ہمارے لئے خوشی کا کوئی وقت نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری روح اور بدن کو آرام کبھی نہیں ملتا۔ وقت سے پہلے بوڑھے ہو کر وقت سے پہلے مرجاتے ہیں خوبصورتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بدن کی صحت کے ساتھ اچھے اخلاق بھی ضروری ہیں۔ اگر رنگ بھی گورا ہو، نقش بھی اچھے ہوں لیکن مزاج ایسا ہو کہ ہر ایک کے ساتھ جھگڑا ہو، ہر وقت چہرہ پر غصہ ہو، کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش نہ آئے تو یہ باتیں تمام خوبصورتی پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ آخر خوبصورتی کا فائدہ کیا ہے؟ یہی کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا جائے۔ اگر اخلاق اچھے نہیں تو کون اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ خوبصورتی محض اس بات کا نام نہیں کہ مال بنا لیئے، میک اپ کر لیا اور تصویر بن کر بیٹھ گئی یا بیٹھ گیا۔ جیسے صورت کی خوبصورتی کی ضرورت ہے اس سے بڑھ کر سیرت کی خوبصورتی کی ضرورت ہے جس کو اس کی ظاہری خوبصورتی کی ضرورت ہے۔ (مثلاً میاں بیوی کو ایک دوسرے کی) دیکھنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کا سلوک کیسا ہے۔ اگر ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہیں، ایک دوسرے کے واسطے اپنی خوشی قربان نہیں کرتے، ایک دوسرے کے وفادار نہیں، وہ شکل خواہ بظاہر کتنی ہی سفید اور دلکش ہو آگ کے انگاروں سے کم نہیں۔ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ عورت کی رنگت کالی، چہرہ بھی اتنا دلکش نہیں لیکن اپنے میاں کی نہایت وفادار اور فرمانبردار ہوتی ہے، میاں کے نزدیک وہ حور اور پری سے اچھی ہوتی ہے۔

اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو شکل اور خدوخال عطا فرمائے ہیں ان کو اچھی طرح کیسے رکھ سکتے ہیں۔ پہلے ہم سر اور چہرہ سے شروع کرتے ہیں۔ اس میں دانت اور منہ، ناک، کان، آنکھ اور بال ہیں۔

دانت اور منہ:۔ ہر ایک جانتا ہے کہ ان کو صاف رکھنا چاہیئے۔ دیہات میں بھی برش اور پیسٹ کا رواج ہو چلا ہے۔ اس میں صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ ایک شخص کا برش دوسرا استعمال نہ کرے۔ برش سخت ہو نہ بالکل ملائم دانت اور منہ کو صاف کرنے کے بعد برش کو صابون سے دھو کر صاف کر لیں۔ ایک گلاس میں چند قطرے ڈیٹال کے ڈال کر پانی بھر لیں اور اس میں یہ برش ڈال دیں۔ اس سے برش نرم بھی رہے گا اور جراثیم سے پاک بھی۔

پیسٹ (Paste) بہت اقسام کی بازار میں ملتی ہے۔ کسی اچھی کمپنی کی استعمال کریں۔ برش کرنے کا وقت صبح اور رات کو سونے سے پہلے کا ہے۔ ویسے ہر دفعہ کھانا کھانے کے بعد اگر برش سے دانت صاف کر لیں تو بہت اچھا ہے۔ میٹھی اور ترش چیزیں کھانے کے بعد اگر ایک گلاس پانی میں ایک چٹکی سوڈا بائی کارب ڈال کر کلیاں کر لی جائیں تو دانتوں پر ترشی اور مٹھاس کا اثر نہیں رہے گا۔ منہ اور گلا صاف کرنے کے واسطے سب سے اچھا لوشن یہ ہے کہ ایک گلاس

میں ایک چٹکی نمک کی ڈال کر گرم پانی سے گلاس بھر لیں اور اس سے غرغرے کریں۔ ہونٹوں پر رات کو تھوڑی سی ویزلین لگا لیں۔ ناک کی صفائی کے لئے ضروری ہے کہ اپنا رومال الگ رکھیں۔ اگر ہو سکے تو یہ رومال دن میں دو تین دفعہ تبدیل کر لیں ورنہ ایک دفعہ تو ضرور تبدیل کر لیں۔ ناک کے اندر انگلی وغیرہ نہ ڈالیں۔ جب بھی ضرورت ہو رومال سے صاف کر لیں۔ کان میں اگر کھجلی ہو تو لکڑی وغیرہ سے نہ کھجلائیں۔ بلکہ ایک لکڑی پر روئی لپیٹ کر اس سے کان کی کھجلی مٹا لیں۔ آنکھوں کو صاف کرنے کے واسطے تازہ پانی سب سے اچھا ہے اس سے دھوئیں اور صاف کریں۔

چہرہ کو ایسے صابون سے دھوئیں جو اچھا ہو۔ مثلاً لکس یا گلیسرین سوپ وغیرہ۔ پھر تولیہ سے صاف کر کے کریم وغیرہ سے مالش کریں۔ مالش کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں مُنہ کی طرف سے کانوں کی طرف جائیں۔ اور ناک کی مالش کا یہ طریقہ ہے کہ انگلیاں نیچے سے ناک کی اُوپر کی طرف جائیں۔ پیشانی کی مالش بھوؤں کی طرف سے کی جائے۔ چہرہ کی مالش دن میں دو تین دفعہ کریں۔ اس سے چہرہ میں نکھار پیدا ہو جائے گا۔ جھریاں اور سلوٹیں دُور ہو جائیں گی۔

آنکھوں کی بابت میں نے کچھ لکھ دیا ہے۔ مزید یہ ہے کہ تیز دھوپ کی روشنی میں زیادہ نہ پھرا جائے۔ اگر مجبوراً پھرنا پڑے تو آنکھوں کے اُوپر کوئی ایسا کپڑا ہو تو ان پر سایہ کو کرکے رکھے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ ایک اچھی سی گاگل استعمال کریں۔ اگرچہ میں سرمہ پسند نہیں کرتا لیکن اگر کوئی لگانا چاہے تو بالکل سادہ سرمہ نہایت باریک پسا ہو۔ سلائی کے ساتھ لگانے سلائی بھی دوسرے شخص کو نہ دی جائے اور لگانے سے پہلے اور لگانے کے بعد سلائی کو جوش کھاتے ہوئے پانی میں صاف کر لیا جائے۔

سرمہ کی عادت بالکل خضاب جیسی ہے۔ سرمہ لگائی ہوئی آنکھ ذرا خوبصورت ہوگی اور جب سرمہ اُتر جاتا ہے تو پہلے سے بھی بدصورت ہو جاتی ہے۔ جیسے خضاب لگانے سے بال سیاہ نظر آتے ہیں لیکن ایک دو دن بعد کچھ سفید کچھ سیاہ اچھے معلوم نہیں ہوتے۔

بعض کو آنکھ ٹیڑھی کرکے دیکھنے کی عادت ہوتی ہے بعض کو آنکھ کو زور سے نیم وا کرکے دیکھنے کی عادت ہوتی ہے اس سے آنکھ میں بھینگا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عادت سے بچنا چاہیئے۔ اگرچہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ایسے اشخاص کی بینائی میں فرق ہوتا ہے۔ نظر ٹسٹ کرا کے چشمہ لگانا چاہیئے۔ دراصل آنکھوں کی رنگت کی پسند ہر شخص کی الگ الگ ہوتی ہے۔ بعض سیاہ آنکھوں کو پسند کرتے ہیں، بعض بھوری کو لیکن چندھی، چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو یا بھینگی کو یقیناً کوئی بھی پسند نہیں کرتا ہوگا۔

اب ہم کچھ ذکر بالوں کا کرتے ہیں۔ مردوں میں تو اب عام رواج ہے کہ داڑھی مونچھ کا صفایا ہو۔ اگر سر بھی گھٹوا لیا جائے پھر خاصہ تربوز بن جائے۔ خیر یہ داڑھی مونچھ رکھنا یا نہ رکھنا افراد کا کام ہے[1]۔ اس کیلئے ایک دو ضروری باتیں بیان کر دیتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ اپنا اُسترا یا بلیڈ نہ کسی کو دیں اور نہ کسی دوسرے کا استعمال کریں۔ شیو کرنے کے بعد کریم استعمال کریں تا کہ صابون کا اثر زائل ہو جائے۔

اب کچھ سر کے بالوں کے لئے لکھتا ہوں۔ آجکل جتنے تیل بنے ہوئے بازار میں آتے ہیں ان میں تقریباً سب میں پیرافین ہوتی ہے۔ البتہ بعض کریموں میں پیرافین کے علاوہ [illegible] بھی ہوتا ہے جو بالوں کو جس شکل میں کنگھی سے بناؤ کچھ عرصہ رکھتا ہے۔ پیرافین بالوں کو چکنا تو کر دیتی ہے لیکن

---

[1] الفرقان: مسلمان مردوں کے لئے شرعاً داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ مونچھ ترشوانی چاہئیں ؛

بالوں یا جلد میں جذب نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں۔ دیسی تیلوں میں چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے۔ ان سے نہ صرف جلد چکنی ہو جاتی ہے بلکہ کپڑے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ آجکل ایسے لوشن بھی مارکیٹ میں آئے ہیں جو بالوں کو یا جلد کو چکنا نہیں کرتے۔ بالوں کو جس شکل میں بناؤ اس میں قائم رکھتے ہیں لیکن ان سے بالوں میں چمک پیدا نہیں ہوتی۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کھوپرے کا تیل بالوں کے لئے اچھا اور مفید ہے۔ بنگال کی عورتوں کے بال بڑے لمبے اور خوبصورت ہوتے ہیں وہ کھوپرے کا تیل ہی استعمال کرتی ہیں۔ ہر شخص کا کنگھا الگ ہو اور بالوں کو دن میں کم از کم دو دفعہ ضرور کنگھا کیا جائے۔ اس سے بالوں کی ورزش ہوتی ہے اور بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ یہ تیل مرد و عورت دونوں کے لئے مفید ہے۔ بالوں کو کیسا بنایا جائے یہ بنانے والے کی مرضی پر منحصر ہے۔

صابون:۔ بار بار چہرے اور بدن کو صابون سے دھونا خاص کر ایک عام صابون مثلاً سنلائٹ وغیرہ سے جلد کو خشک اور کھردرا بنا دیتا ہے۔ میں نے پہلے ہی لکھا ہے کہ چہرہ اور بدن کے لئے اچھا صابون مثلاً لکس یا گلیسرین صابون استعمال کریں۔ غرباء صابون کی جگہ کھلی استعمال کر سکتے ہیں لیکن کھلی تارا میرا وغیرہ کی نہ ہو۔ ورنہ جلد میں سخت سوزش ہو جائے گی۔

بدن:۔ اپنے بدن کو ڈھیلی حالت میں نہ رکھیں ورنہ سینہ پیچھے کو اور پیٹ آگے کو ہو جائیں گے۔ پیٹ کو اندر کو کھینچ کر رکھیں۔ اس سے پیٹ کے عضلات ڈھیلے نہیں پڑیں گے اور پیٹ آگے کو نہیں نکلے گا۔ پہلے ذرا مشکل ہوگی پھر اس کی عادت ہو جائے گی۔ اسی طرح بدن کا کوئی حصہ ڈھیلا یا اکڑا ہوا نہ ہو بلکہ قدرتی وضع میں رہے۔ اس سے بدن میں موزونیت قائم رہے گی۔ اسی طرح کھڑے ہوتے وقت یا چلتے وقت بدن کے ایک حصہ پر تمام بوجھ کا ڈال لینا، مناسب اعضاء کو قائم نہ رکھنا بدن کو ٹیڑھا بنا دیتا ہے۔ یہ سب چیزیں بدن کی موزونیت کو کھو دیتی ہیں۔ اسی طرح وہ چہرہ جو غمگین، افسردہ، غم و افکار کا مارا ہوا یا غصہ سے تنا ہوا یا غرور و تکبر سے پُر ہو، یہ چہرہ کے نقوش کو ایسا بنا دیتے ہیں کہ اس کی طرف تکنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس کے برعکس خوشی و مسکراہٹ والا چہرہ دلوں کو کھینچ لیتا ہے۔

لباس کے بارہ میں ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ اس کے فیشن روز بروز بدلتے جاتے ہیں۔ صرف اتنا لکھتے ہیں کہ سادگی، صفائی اور اچھی سلائی لباس کی شان کو دوبالا کر دیتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ نہایت قیمتی کپڑا ہو، سادہ کپڑا اگر اچھا سلا ہوا ہو اور صاف رکھا جائے۔ یہ قیمتی کپڑے سے زیادہ اچھا معلوم ہو گا۔ دراصل ع "نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی"! نہایت اعلیٰ مصرعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حُسن کی قدر کرنا اور اس کو قائم رکھنا ہزار زیوروں سے بڑھ کر ہے۔

خوبصورتی کی بابت موٹی موٹی باتیں میں نے لکھدی ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا پڑھنے والوں کا کام ہے۔ ؎

ایک ارشادِ نبویؐ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لولا ان اشقّ علیٰ اُمّتی لامرتہم بتأخیر العشاء و بالسواک عند کلّ صلوٰۃ (البخاری)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری اُمت پر بہت زیادہ بوجھ پڑ جائے گا تو میں انہیں تاکیدی حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز دیر سے ادا کیا کریں اور ہر نماز کے وقت مسواک کیا کریں"۔ ؎

حقیقت

(از جناب مولوی مصلح الدین احمد صاحب راجیکی مرحوم)

بہارِ ہستی میں ہم تو جیسے کھلا کئے ہیں کھلا کریں گے
جو مٹنے والے ہیں اس چمن میں مٹا کئے ہیں مٹا کریں گے

وہ اور ہونگے جو سیلِ دریا میں ڈوب مرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی موجوں کی کشمکش میں بڑھا کئے ہیں بڑھا کریں گے

ہزار شعلے کرے فراہم یہ دہر برق و شرار بن کر
ہمارے اشکوں سے جو بھی اُلجھے بجھا کئے ہیں بجھا کریں گے

ہمیں زمانہ میں کیا ڈرائیں گی خارزاروں کی تیز نوکیں
ہم ایسی راہوں پہ مسکرا کر چلا کئے ہیں چلا کریں گے

عدو جو چاہے تو آزما لے یہ دل پڑا ہے یہ جاں پڑی ہے
کہ ہم فنا کا شکار ہو کر جیا کئے ہیں جیا کریں گے

صرف احمدی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے صحیح معنوں میں اسلام کی حقیقت کو سمجھا ہے

مرزا صاحب نے اسلام کی جانبازانہ مدافعت کی اور قرون اولیٰ کی اسلامی تعلیم کو زندہ کیا

آج روئے زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان کے نشانات قدم سے خالی ہو،

علامہ نیاز صاحب فتحپوری ایڈیٹر رسالہ "نگار" لکھنؤ کی طرف سے ایک خط کا جواب

[علامہ نیاز صاحب فتحپوری نے اپنے موقر رسالہ ماہنامہ "نگار" (ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء) میں "باب الاستفسار" کے تحت ایک غیر احمدی دوست کا خط شائع کیا ہے اور اپنی طرف سے اس کا جواب بھی شائع فرمایا ہے۔ یہ جواب دو اہم سوالات کے تعلق میں ہے۔ اسے افادہ کی خاطر شائع کیا جاتا ہے۔ (مدیر)]

"احمدی جماعت اور الیاس برنی"

سید نصیر حسین سہارنپور

کچھ زمانہ سے آپ احمدی جماعت کی طرفداری میں اظہار خیال کر رہے ہیں۔ اور اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان سے بہت متاثر ہیں لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ غیر احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ وہ اس حد تک متعصب ہیں کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ وہ اپنے سوا سب کو کافر کہتے ہیں اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اب رہا میرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت و نبوت سو اس کی بابت میں مشورہ دوں گا کہ آپ جناب الیاس برنی کی کتاب "فتنۂ قادیانیت" کا مطالعہ فرمائیے۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کے دعوے کتنے لغو و باطل تھے۔

نگار (۱) اس میں شک نہیں میں احمدی جماعت سے کافی متاثر ہوں اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس وقت ان تمام جماعتوں میں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں صرف احمدی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے صحیح معنوں میں اسلام کی حقیقت کو سمجھا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کیا ساری دنیا نے اسلام کو چند مخصوص عقائد میں محدود کر دیا ہے اور اس سے ہٹ کر کبھی یہ غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے عروج کا تعلق صرف عقائد سے نہ تھا بلکہ اطوار و کردار

اور حرکت و عمل سے تھا۔

محض یہ عقیدہ کہ "اللہ ایک ہے اور رسول برحق" اپنی جگہ بالکل بے معنی سی بات ہے اگر اس سے ہماری اجتماعی زندگی متاثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح مخصوص اوقات میں مخصوص انداز سے عبادت کر لینا بھی بے سُود ہے اگر وہ ہماری ہیئت اجتماعی پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ تاریخ و عقل دونوں کا فیصلہ یہی ہے۔ پھر غور کیجئے کہ اس وقت احمدی جماعت کے علاوہ مسلمانوں کی وہ کونسی دوسری جماعت ایسی ہے جو زندگی کے صرف عملی پہلو کو اسلام سمجھتی ہو اور محض عقائد کو مذہب کی بنیاد قرار نہ دیتی ہو۔

مَیں نے جب سے آنکھ کھولی مسلمانوں کو باہم دست و گریبان ہی دیکھا۔ سُنّی، شیعی، اہلِ قرآن، اہلِ حدیث، دیوبندی، غیر دیوبندی، وہابی، بدعتی اور خدا جانے کتنے ٹکڑے مسلمانوں کے ہوگئے جن میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتا تھا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے مسلمان ہونے پر سب کو اتفاق ہو۔ ایک طرف خود مسلمانوں کے اندر اختلاف و تضاد کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف آریائی و عیسوی جماعتوں کا حملہ اسلامی لٹریچر اور اکابرِ اسلام پر کہ اسی زمانہ میں میرزا غلام احمد صاحب سامنے آئے اور انہوں نے تمام اختلافات سے بلند ہو کر دُنیا کے سامنے اسلام کا وہ صحیح مفہوم پیش کیا جسے لوگوں نے بُھلا دیا تھا یا غلط سمجھا تھا۔ یہاں نہ ابوبکرؓ و علیؓ کا جھگڑا تھا نہ رفع یدین و آمین بالجہر کا اختلاف۔ یہاں نہ عمل بالقرآن کی بحث تھی نہ استناد بالحدیث کی۔ اور صرف ایک نظریہ سامنے تھا اور وہ یہ کہ اسلام نام ہے صرف اُسوہ رسولؐ کی پابندی کا اور اُس عملی زندگی کا، اُس ایثار و قربانی کا، اُس محبت و رأفت کا، اُس اخوت و ہمدردی کا اور اس حرکت و عمل کا جو رسول اللہ کے کردار کی تنہا خصوصیت اور اسلام کی تنہا اساس و بنیاد تھی۔

میرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی مدافعت کی اور اسوقت کی جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین بھی دشمنوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا انہوں نے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگایا، اُٹھایا اور چلایا یہاں تک کہ وہ چل پڑے اور ایسا چل پڑے کہ آج رُوئے زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُن کے نشانات قدم سے خالی ہو اور جہاں وہ اسلام کی صحیح تعلیم نہ پیش کر رہے ہوں۔

پھر ہو سکتا ہے کہ آپ اِن حالات سے متاثر نہ ہوں لیکن مَیں تو یہ کہنے اور سمجھنے پر مجبور ہوں کہ یقیناً بہت بڑا انسان تھا وہ جس نے ایسے سخت وقت میں اسلام کی جانبازانہ مدافعت کی اور قرونِ اولیٰ کی اس تعلیم کو زندہ کیا جس کو دُنیا بالکل فراموش کر چکی تھی۔

رہا یہ امر کہ مرزا صاحبؑ نے خود اپنے آپ کو کیا ظاہر کیا۔ سو یہ چنداں قابلِ لحاظ نہیں کیونکہ اصل سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کیا کہا بلکہ صرف یہ کہ کیا کیا۔ اور یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اس کے پیشِ نظر (قطع نظر روایات و اصطلاحات سے) میرزا صاحب کو حق پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو مہدی کہیں کیونکہ وہ ہدایت یافتہ تھے مثیلِ مسیح کہیں کیونکہ وہ روحانی امراض کے معالج تھے، اور ظلّی نبیؐ کہیں کیونکہ وہ رسولؐ کے قدم بقدم چلتے تھے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ غیر احمدی لوگوں میں وہ رشتہ مصاہرت قائم نہیں کرتے اور ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تو اس پر کسی کو کیوں اعتراض ہو۔ کیا آپ کسی ایسے خاندان میں شادی کرنا گوارا کریں گے جس کے افراد آپکے مسلک کے مخالف ہیں اور کیا آپ ان لوگوں کی اقتداء کریں گے جو اپنے کردار کے لحاظ سے مقتدا بننے کے اہل نہیں ہیں۔

احمدی جماعت کا ایک خاص اصول زندگی ہے

جس پہ ان کے مرد، ان کے بچے اور ان کی عورتیں سب یکساں کاربند ہیں۔ اس لئے اگر وہ کسی غیر احمدی مرد یا عورت سے رشتہ ازدواج قائم کریں گے تو ان کی اجتماعیت یقیناً اس سے متاثر ہو گی اور وہ یکرنگی و ہم آہنگی جو اس جماعت کی خصوصیت خاصہ ہے ختم ہو جائے گی۔ آپ اس کو تعصب کہتے ہیں اور میں اس کو اعتصام اور فراستِ تدبیر۔

رہی بہرتی صاحب کی کتاب سو اس کے متعلق اس سے زیادہ کیا کہوں کہ جس حد تک بانیٔ احمدیت کی زندگی، تعلیم احمدیت کا تعلق ہے وہ تلبیس و کتمانِ حقیقت کے سوا کچھ نہیں۔ اور مجھے سخت افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ احمدیت کے مخالفین میرزا غلام احمد صاحبؒ سے بہت سی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے کبھی نہیں کہیں خصوصیت کے ساتھ مسئلہ ختم نبوت کہ عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میرزا صاحب رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے تھے حالانکہ وہ شدت سے اس کے قائل تھے کہ شرعی نبوت ہمیشہ کے لئے رسول اللہؐ پر ختم ہو گئی۔ اور شریعتِ اسلام دُنیا کی آخری شریعت ہے۔"

رسالہ نگار لکھنؤ
اکتوبر سنہ ۶۰ء - صفحہ ۴۴ و ۴۵

"خود کاشتہ پودا"

(جناب آفتاب احمد صاحب بسمل۔ کراچی)

اک پیر سے شناسا لگے فرمانے یہ اک روز
ہے احمدی انگریز کا "خود کاشتہ پودا"

مانگا جو ثبوت اُن سے تو شرمندہ سا ہو کر
کہنے لگے "اک مولوی صاحب نے کہا تھا"

میں نے کہا معلوم حقیقت نہ ہو جس کو
اس کو سخن اس طرح کا زیبا نہیں دیتا

کچھ غور کرو عقل سے تم کام ذرا لو
کہتے ہوئے یہ بات ذرا تم نے نہ سوچا

جس شخص نے کی عمر بھر اسلام کی خدمت
جو دینِ مسیحی سے رہا معرکہ آرا

انگریز کے مذہب کے اُڑا ڈالے پرخچے
تثلیثی عقائد کئے جس نے تہ و بالا

جس شخص نے قرآں کے براہینِ قوی سے
اسلام کا سب دینوں پہ ثابت کیا غلبہ

جس بطلِ جری نے کیا اسلام کو زندہ
ایوانِ مسیحی میں کیا زلزلہ برپا

سب پادری جس مردِ مجاہد سے تھے لرزاں
اسلام کا دُنیا میں تھا جو زندہ نمونہ

ناکارہ کیا جس نے نصاریٰ کا کفارہ
ثابت کیا کشمیر میں ہے مدفنِ عیسیٰؑ

جس مردِ حق آگاہ نے باطل کے فسوں کو
قرآن کے اعجازی نشانات سے توڑا

مغلوب کیا جس نے ہر اک دشمنِ دیں کو
اونچا کیا ہر سمت محمدؐ کا پھریرا

اس شخص پہ اور اس کی جماعت پہ یہ الزام
لاحول ولاقوۃ الا باللہ

اسلام میں شاعری

(مرسلہ جناب ابوالمنصور مسعود احمد رضا انیس قادیان)

دورِ اوّل

شاعر النبی حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپ کا پورا نام

ابوالولید حسّان بن ثابت بن المنذر بن حرام تھا۔ آپ یثرب کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو نجار میں سے تھے۔ آپ کو شاعری وراثت میں ملی۔ آپ کے والد بھی اچھے شاعر اور دادا بھی قوم کے سردار اور زبردست شاعر تھے۔ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور پوتے سعید بھی شاعر تھے۔

جب مدینہ میں نورِ ہدایت کی کرنیں پھوٹنا شروع ہوئیں اور آفتابِ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طلوع ہوا، وہ نور جسے قریشِ مکہ نے بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر مدینے نے اسے اپنے دامن میں لے لیا۔ اوس اور خزرج بھی مسلمان ہوگئے اور اس طرح حسان بن ثابت بھی دامنِ اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

اسلام نے ان کے اندر زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔ جب دینِ اسلام بڑھا، پھیلا اور پھولا تو حضرت حسانؓ کی شاعری بھی چمک اٹھی۔ آپ مدحِ اسلام و مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرکے مسلمانوں کے شاندار وقائع کو بہترین پیرایہ میں بیان کرتے اور کفار کی ہجو کرتے۔ مگر ہجو میں تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرتے۔

روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان بن حارث کے اشعار جو اس نے آپ کے اور اسلام کے خلاف کہے تھے پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو ان کا جواب دیگا؟ عبداللہ بن رواحہؓ اور کعبؓ بن مالک باری باری کھڑے ہوئے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حسان! تو ان کی ہجو کر اور روح القدس تیری تائید کرے گا۔

ایک مرتبہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کیسے کروگے جبکہ وہ میرے رشتہ دار ہیں اور ابوسفیان میرا چچازاد بھائی ہے۔ تو حسانؓ نے جواب دیا۔ یارسول اللہ! میں آپ کو ان سے یوں علیحدہ کرلوں گا جیسے آٹے سے بال کو علیحدہ کرتے ہیں

(الاغانی جلد ۴ صفحہ ۷)

چنانچہ اس کے بعد حسانؓ قریش و کفار کی ہجو کا جواب دیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدح کرتے تھے اس لئے آپکو شاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ سلسلۂ جواب و مدحِ رسولؐ و اسلام و مسلمین فتح مکہ تک برابر جاری رہا اس کے بعد جب کبھی وفود آتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار کے جواب کے لئے حسان بن ثابت کو کھڑا کرتے چنانچہ قبیلہ بنو تمیم کا وفد آپ کے اشعار سُن مسلمان ہوگیا تھا۔

نبوت اور شاعری

مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ خطیب اپنے ایک حالیہ مضمون میں فرماتے ہیں:-

"سرکارِ دوعالم فرماتے ہیں۔ انّ المؤمن یجاھد بسیفہٖ وبلسانہٖ یعنی مومن تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے۔ اس جگہ زبان کے ساتھ شعر کہنے کو جس سے مخالفینِ اسلام کا جواب ہو جہاد کا درجہ دیا ہے۔ اسی لئے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو دربارِ نبوّت کے ممتاز شاعروں میں سے تھے مسجد نبویؐ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منبر پر کھڑے ہو کر شعر کہتے تھے جن کو حضرت ذوق و شوق سے سُنتے۔"

(تسنیم لاہور ۲۰ر جنوری ۱۹۵۵ء)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی مقدس شاعری پر نکتہ چینی کرنے والے علماء بتائیں کہ کیا قلمی و علمی جہاد نبوّت کے منافی ہے؟

سیدالانبیاءؐ اور شعر و سخن کی اجازت

اس عنوان سے مولانا عبدالرؤف

صاحب رحمانی جھنڈا نگری کا ایک مضمون پندرہ روزہ اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم مئی ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ہے۔ چونکہ یہ مضمون بعض اہم حوالہ جات پر مشتمل ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام پر بعض ناواقف مخالفین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے لئے معقول جواب ہیں۔ اسلئے امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپی سے پڑھا جائے گا اور غیر از جماعت احباب سے اس موضوع پر گفتگو کے وقت ان سے استفادہ کیا جائے گا۔ مضمون حسب ذیل ہے:-

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ آپؐ شعر پڑھتے تو اکثر وزن ٹوٹ جاتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ یعنی ہم نے نہ ان کو شعر سکھایا اور نہ شاعری ان کے شایانِ شان ہے۔ رجز کے اشعار آپ البتہ کہتے۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ نے یہ رجز پڑھا تھا ؎

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

غزوۂ خندق میں آپؐ کا رجز یہ تھا ؎

اللّٰھم انّ الخیر خیر الاخرۃ
فاغفر الانصار والمھاجرۃ

غزوۂ اُحد میں فرمایا ؎

ھل انت الّا اصبع دمیت
وفی سبیل اللہ مالقیت

(سنن کبریٰ بیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۳)

لیکن شعراءِ اسلام کے شعروں کو سُنتے اور پسند فرماتے۔ شعراء نبوّت کا مفصّل تذکرہ استیعاب میں موجود ہے۔ (استیعاب جلد اوّل صفحہ ۲۱۲)

حضرت حسّان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالکؓ دربارِ نبوّت کے اچھے شاعروں میں سے تھے۔ (بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۴۱)

ادب و زبان اور شعر و خطابت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ بھی مقرر فرمایا ہے۔

(زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۴۵۲)

بہرحال شعر و شاعری میں جو مبالغہ اور غلو اور کذب وغیرہ ہوتا ہے۔ اس سے الگ ہو کر حقائقِ دین، معرفتِ الٰہی، حُبِّ رسولؐ و

مضامین تقویٰ و دیگر اسلامی تعلیمات پر نصیحت آموز اشعار کی اجازت موجود ہے۔ اور عام شاعروں کی جماعت سے ایسے شعراء اسلام کا استثناء موجود ہے یا الّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے "مستثنیٰ" فرما دیا ہے۔

(بیہقی جلد عاشر باب شہادۃ الشعراء صفحہ ۲۳۹)

لیکن شعر و شاعری میں ایسا انہماک جس سے ذکر الٰہی، دوسرے فرائض و اعمال سے غفلت پیدا ہو ہرگز درست نہیں ہے۔ امام بخاری نے ایک عنوان اسی مضمون پر قائم کیا ہے۔ باب ما یُکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر حتّٰی یصدّہ عن ذکر اللہ والعلم والقرآن۔

(صحیح بخاری جلد ثانی صفحہ ۹۰۹ و بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۴۴)

لیکن یہ بات کچھ شعر و شاعری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر مباح کام میں جب ایسا انہماک ہو کہ اس سے دوسرے فرائض میں خلل واقع ہو تو اس مباح کام کا وہ توغل ممنوع ہو جائے گا۔ مطالعہ کتب یا تصنیف و تالیف کا شغل اگر اس درجہ بڑھ جائے کہ نماز وغیرہ کا اہتمام جاتا رہے تو یہ انہماک ممنوع ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص عبادت، نماز اور روزہ میں جب اتنا غلو کرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انہماکِ اشتغالِ عبادت سے ان کو خاص طور پر روکا۔ بہرحال نفسِ شعر گوئی ممنوع نہیں ہے بلکہ بعض حالات میں مطلوب ہے۔ البتہ اس میں کذب و غلو نہ چاہیئے۔ حضرت حسانؓ بن ثابت سے کسی نے کہا کہ تمہارے اشعار اسلام لانے کے بعد بوڑھے ہو گئے یعنی ان میں اسلام سے پہلے کی طرح اب رنگینی و چاشنی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا:۔

"انّ الاسلام یمنعُ من الکذِبِ والشعر یزینہ الکذب"

کہ اسلام کذب بیانی سے مانع ہے اور شعر کی زینت مبالغہ اور کذب بیانی ہے۔

(استیعاب جلد اوّل صفحہ ۱۲۶)

بہرحال حسنِ تخیل، نکتہ آفرینی، حقائقِ اسلام کی تعبیر و ترجمانی اور اظہارِ عقیدت و محبت اور معارفِ کتاب و سنت کے بیان و شرح شعروں کے ذریعہ محبوب و مرغوبِ خاطر ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اشعار سنتے اور صحابہ سے سنانے کے لئے بھی امر فرماتے۔

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ مجھ سے اکثر فرماتے کچھ اشعار سناؤ تو میں عرض کرتی وایّ ابیاتی تریدُ یا رسول اللہ فانّھا کثیرۃ۔ کہ حضور میرے پاس اشعار بہت سارے موضوع پر ہیں آپ کس قسم کا شعر سننا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے وہ اشعار سناؤ جو تم نے شکر کے موضوع پر کہا ہے۔ (المعجم طبرانی)

(۲) خنساءؓ نامی ایک شاعرہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمائش کر کے شعروں کو سنتے اور پسند کرتے۔

(استیعاب کتاب النساء صفحہ ۷۴۴)

(۳) شعر گوئی کا امتحان بھی لیتے۔ ایک بار عبداللہ بن رواحہؓ سے فرمایا۔ قل شعرا تقتضیہ الساعۃ وانا انظر الیک یعنی کوئی شعر سناؤ۔ اور ابھی میرے سامنے تیار کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت ارتجالاً چند شعر بنا کر پیش کئے۔ (استیعاب جلد اول صفحہ ۲۵۰)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کے شعروں کو سنکر فرماتے کہ یہ خوب کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کے شعروں کو پڑھتے رہتے۔ (سنن کبریٰ بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۳۹)

(۵) حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار عموماً مسجد میں سُنتے جو عموماً مشرکین مکہ کے اعتراضات کے جوابات ہوتے تھے۔ (فتح الباری جلد ثانی صفحہ ۲۷۲)

(۶) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے کامیاب واپس آئے تو آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا یارسول اللہ اِنّی ارید ان امتدحك کہ اے رسولِ خدا میں آپ کی اس کامیابی پر مدح کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ فرمایا سناؤ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو تر و تازہ رکھے۔ (زاد المعاد جلد اول صفحہ ۴۲۶) گویا انہوں نے مبارکباد کی نظم پیش فرمانے کی طرح ڈالی۔

(۷) ضرار بن خطاب قریش کے بڑے نامی شاعر تھے۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تو فتح مکہ کی مبارکباد کا ایک قصیدہ تیار کرکے سنایا۔ (استیعاب جلد اول صفحہ ۳۲۶)

(۸) حضرت ابوسفیانؓ جیسے نامی گرامی جرنیل نے اسلام فتح مکہ کے دن قبول کیا آپ کے ذاتی تو اجلاس میں انہوں نے بھی مبارکباد کا ایک قصیدہ پیش کیا۔ اس میں آنحضرتؐ سے اپنے رشتہ کا اور اسی طرح ہر جنگ میں اپنے مغلوب ہوتے رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے دو شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

اَصُدُّ وَاَنْاٰی جاحداً عن محمدٍ
وادعٰی وان لم اَنتسب من محمدٍ
لَعَمْرُكَ اِنّی یومَ احمل رَایۃً
لتغلبُ خیل اللّاتِ خیل محمدٍ

(استیعاب جلد ثانی صفحہ ۶۸۸)

یعنی میں جان بوجھ کر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے اعراض کرتا رہا جس کی طرف مجھے چار و ناچار منسوب ہوتا ہے۔ ہاں وہ زمانہ کہ میں لشکرلات کا جھنڈا آپؐ کے مقابل اُٹھاتا رہا۔ یاد رہے کہ محمدؐ کا لشکر لات کے لشکر پر غالب آتا رہا۔

(۹) نابغہ جعدیؓ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ سنایا۔ یہ قصیدہ دو سو شعروں پر مشتمل تھا۔ پورے قصیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باطمینان سُنا اور درازیٔ عمر کی دعا دی۔ (استیعاب جلد اول صفحہ ۱۳۱) حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ نابغہ جعدی دو سو تیس برس تک زندہ رہے (فتح المغیث صفحہ ۴۷۲) ایک دعا نبویؐ کی بدولت حضرت سلمان فارسیؓ کی عمر ڈھائی سو برس کی تھی۔ (ایضاً بحوالہ مذکور)

(۱۰) مالک بن عوفؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اپنے نعتیہ کلام کو نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کیا۔ اس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

ما ان رأیتُ ولا سمعتُ بما اریٰ
فی النّاس کلّھم کمثل محمّدٍ

(استیعاب جلد اوّل صفحہ ۲۲۷)

میں نے تمام دنیا میں جس قدر دیکھا سُنا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مثیل نہیں ہے۔

(۱۱) حضرت لبید بن ربیعہ کے شعروں کو پسند کرتے اور اکثر پڑھتے تعریف فرماتے کہ کتنے اونچے اور سچے اشعار ہیں۔ ان کے دو شعر یہ ہیں ؎

وکلّ امرءٍ یومًا سیعلم سعیہٗ
اذا انکشف عند الالٰہ محاصلٗ
الا کلّ شیئٍ ماخلا اللّٰہ باطلٗ
وکلُّ نعیمٍ لا محالۃ زائلٗ

(صحیح بخاری باب ایام الجاہلیہ صفحہ ۵۴۱ ج ۱)

(۱۲) کعب بن زہیرؓ نے جب اپنی معذرت اور نعتِ نبوی پر مشتمل لمبا قصیدہ "بانت سعاد" سُنایا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی توجہ سے سُنا (زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۴۵۵) امام بیہقیؒ نے اتنا زائد کیا ہے۔ اشار بکمہ الی الخلق لیأتوا فیسمعوا منہ یعنی خود بھی سُنا اور دوسروں کو بھی اثنائے شعرخوانی میں اشارہ سے بُلایا تاکہ سب لوگ اکٹھا ہو کر سُنیں اور لطف اندوز ہوں۔

(بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۴۴)

(۱۳) آپ کی پسند کی وجہ سے بعض دفعہ مجلس نبوی میں صحابہ کرام شعر و سخن کا چرچا کرتے، اشعار سُناتے، آنحضرتؐ سنتے اور مسکراتے رہتے۔ (بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۴۰ و مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۸۶۰)

غرض شعر و سخن کو فن لطیف سمجھا گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لطیف و پاکیزہ حصّہ کو حسن قبول بخشا ہے۔ گاہے خوش ہو کر انعام بھی مرحمت فرمایا ہے۔

(بیہقی جلد عاشر صفحہ ۲۴۱)

(۱۴) آپ کے حسن پسندی کی وجہ سے خلفاء راشدین نے بھی شاعری کی ہے۔ علامہ شعبی فرماتے ہیں :۔

کان ابوبکر شاعراً وکان عمر شاعراً وکان علیٌّ اشعر الثلاثۃ

(منتخب کنز العمال جلد پنجم صفحہ ۱۴)

کہ حضرت ابوبکر و عمر و حضرت علی سب ہی شاعر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجلس نبویؐ میں قرآن کے ساتھ شعرخوانی کا بھی موقعہ آتا تھا۔ ایک بار کسی نے کہا۔ "یارسول اللّٰہ أقرآن وشعر فی مجلسک قال نعم"

یعنی آپ کی مجلس میں قرآن و شعر کا اجتماع ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں۔

اسی طرح ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ایک اعرابی آپؐ کو شعر سُنا رہا ہے تو بولے "یارسول اللّٰہ القرآن والشعر" تو حضورؐ نے فرمایا۔

"یا ابابکر ھٰذا امرۃٌ وھٰذا امرۃٌ"

(فتح المغیث للبخاری صفحہ ۳۲۰)

یعنی اسے ابوبکر کبھی قرآن کے ساتھ شعر و شاعری کا بھی موقعہ ہوتا ہے۔

(مثال) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معمول تھا کہ قرآن و سُنن کے بیان کے بعد ساتھیوں سے کہتے :-

"خُوضُوا فی الشعر والاخبار" کہ اب کچھ واقعاتِ عالم اور شعر و شاعری کی باتیں کرو۔

امام زہریؒ، حماد بن زید و مالک بن دینار و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و حضرت علیؓ وغیرہ کے اقوال کو نقل کیا ہے کہ انہوں نے حکایات و اخبار و اشعار کو اہلِ جنت کا تحفہ قرار دیا ہے اور ملالِ خاطر دُور کرنے کا ذریعہ بتلایا ہے۔

(فتح المغیث صفحہ ۔۴۴۳)"

(منقول از اخبار اہلحدیث دہلی یکم مئی ۱۹۵۹ء)

شاعری اور شانِ نبوت

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتا ہے :-

"بسا اوقات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے اشعار بھی سُن لیتے یا فرما لیتے جن سے صدمات کے صدموں کی تلافی مقصود ہوتی تاکہ گرفتارِ بلا کی کوفت کم ہو جائے۔ دل کا بارِ غم ہلکا ہو جائے اور مصیبت مصیبت کے بجائے اس کی نظر میں ایک انعامِ الٰہی بن جائے۔ مثلاً غزوہ اُحد کے موقعہ پر آپؐ کا یہ شعر پڑھنا ؎

هل انت الا اصبع دميت
وفى سبيل الله ما لقيت

تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور محض اللہ کی راہ میں ہُوا ہے' جو کچھ ہُوا ہے اس کی تہ میں متعدد چیزیں ہیں۔

اس طرزِ بیان میں جو جو دُرِ معانی پوشیدہ ہیں ان کو وہی جمع کر سکتے ہیں جو اپنے دل بیدار اور چشمِ بینا کے لئے ایک محبوب بھی رکھتے ہیں۔ بہرحال اس کے کہنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کا زاویۂ نگاہ بھی بدل جائے جن کے لئے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت حیران کُن تھی کہ بلاؤں سے بالاتر صرف حق تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ اس کے نام لیواؤں کی نہیں ہوتی بلکہ ان کی ترقیٔ درجات کے لئے بلاؤں کا ہونا ہی ضروری ہوتا ہے۔ اس سے شانِ الوہیت اور مقامِ عبدیت کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ یہ صدمہ مطلوب صدمہ ہے جو کم آنکھوں پر رکھنے والا صدمہ ہے۔ یہ طاغوت اور نفس کی راہ چلنے کا نتیجہ نہیں بلکہ راہِ حق پر چلنے کے انعامات ہیں۔ اس کے علاوہ بتاتا یہ بھی ہے کہ آخر یہ ہو گیا تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑا۔ انگلی ہی تو ہے جس کو ایک زخم آیا ہے یہاں تو سر مطلوب ہے۔ اگر اس نے اتنی ہی قربانی قبول فرما لی ہے تو بہت ہی سستے چھوٹے ہیں۔

فرمایئے! یہ شعر کہے جا رہے ہیں یا وعظ و تبلیغ ہو رہی ہے؟

اسلام میں اِن اشعار کیلئے مقامِ محمود بھی موجود ہے جن کی حیثیت زبان کے جہاد کی ہے۔ چنانچہ شعر و شاعری کی بابت ایک سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا'

ایک مومن تلوار کی طرح زبان سے لڑتا ہے۔"
(ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۲۶ فروری ۱۹۶۰ء)

(دور دوم)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس شاعری

آپ کے عربی، فارسی اور اردو اشعار حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔ آپ کا مقصد شعر کہنے سے تبلیغ حق کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر کی تشریح میں فرمایا:۔

"جندے سے مراد اس جگہ قفل ہے کیونکہ اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ میں یہ نام اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ اسلئے بعض جگہ میں نے پنجابی الفاظ استعمال کئے ہیں اور ہمیں صرف اردو سے کچھ غرض نہیں اصل مطلب امر حق کو دلوں میں ڈالنا ہے شاعری سے کچھ تعلق نہیں ہے۔"

؎ کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے"

("قادیان کے آریہ اور ہم" صفحہ ۴۲ ۱۹۰۷ء)

اشعار کہنے میں حکمت

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم سے جبکہ اور بھی بہت سے دوست موجود تھے فرمایا:۔

"اشعار میں اپنے مضامین کو بیان کرنیکی ہمیں ضرورت اسلئے پیش آئی کہ بعض طبائع اس قسم کی ہوتی ہیں کہ انکو نثر عبارت میں ہزار پیرایہ لطیف میں کوئی صداقت بتائی جائے وہ نہیں سمجھتے۔ لیکن اسی مفہوم کو اگر ایک برجستہ شعر میں منظوم کرکے سنایا جائے تو شعر کی لطافت ان پر بہت کچھ اثر کر جاتی ہے۔ بعض لوگ شعر کو سن کر پھڑک اٹھتے ہیں اور حق کو شعر کے ذریعہ فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اور تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ بعض طبائع کیلئے مضامین شعریہ بہ نسبت مضامین نثر کے زیادہ موثر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن شریف مقفیٰ اور مسجع عبارت میں نازل ہوا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمیں اشعار کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اکثر لوگوں کو وفات مسیح پر بہت کچھ دلائل دیکر سمجھایا گیا مگر کارگر نہ ہوئے لیکن جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے کہ ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند این فضیلت را
ازاں عزت کہ بر مقبول حق بود آں نصیب آمد
پسندیدند در شان شہ خلق این مذلت را

تو یہ اشعار انہی منکرین پر بہت اثر کر گئے اور فوراً انہوں نے حق کو قبول کر لیا۔" (الحکم اگست ۱۹۳۵ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اپنی نظموں کے متعلق سنہری اصول

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"میں کسی نظم کو شاعری کے شوق میں نہیں کہتا بلکہ جب تک ایک خاص جوش پیدا نہ ہو نظم کہنا مکروہ سمجھتا ہوں اسلئے درد دل سے نکلا ہوا کلام سمجھنا چاہیئے۔

بعض دفعہ نظم نامکمل صورت میں پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے تا لوگ دیکھیں کہ شاعری کو بطور پیشہ نہیں اختیار کیا گیا۔ بلکہ جب کبھی قلب پر خاص کیفیت ظاہر ہوتی ہے تو اس کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس کو مکمل بھی کیا جائے۔

چونکہ میں تکلف سے شعر نہیں کہتا ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے۔ پڑھو اور غور کرو۔ خدا کرے یہ درد بھرے کلمات کسی سعید روح کے لئے مفید و بابرکت ثابت ہوں۔" مرزا محمود احمد

(الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۶۲)

عزیزہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ "مصباح" کا ذکرِ خیر

میری بیٹی عزیزہ امۃ اللہ خورشید مدیرہ مصباح کا انتقال پُرملال ۲۶ ستمبر ۶۰ء کو ہوا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ عزیزہ نے جس خلوص اور محنت سے احمدیت کی خدمت کی اس کی ایک جھلک ان صدہا خطوط، تاروں، قراردادوں اور بے شمار پیغاماتِ تعزیت سے عیاں ہے جو عزیزہ کی وفات پر بہنوں اور بھائیوں کی طرف سے موصول ہوئے۔ عزیزہ کی وفات ایک جماعتی صدمہ کے طور پر محسوس کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عزیزہ کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرما کر اس کا انجام نہایت بہتر کر دیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کے ہر رنگ میں شکر گزار ہیں۔ جن بھائیوں اور بہنوں نے اس موقعہ پر کسی طرح بھی ہماری دلداری فرمائی ہے ان کا شکریہ صرف اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ ان کے لئے دعا کی جائے۔ سو یہ سلسلہ جاری ہے ورنہ سب خطوط وغیرہ کا تو جواب بھی مشکل ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

میں ذیل میں چند منتخب خطوط اور کچھ جماعتوں کی قراردادیں درج کرتا ہوں۔ نیز پھر بیرونی ممالک اور اندرونِ پاکستان سے آنے والے بعض خطوط اور تاروں سے کوئی ایک فقرہ یا فقرات درج کروں گا۔ اس طرح اس پاکیزہ مجموعہ سے عزیزہ امۃ اللہ مرحومہ رضی اللہ عنہا کا ذکرِ خیر بھی ہوگا اور ان محسنوں کے لئے تحریکِ دعا بھی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور جن بہنوں اور بھائیوں نے مرحومہ کے انتقال پر درد محسوس کیا ہے اور ہمارے صدمہ میں شرکت کی ہے ان سب پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

خاکسار۔ ابوالعطاء جالندھری ۵/۱۰/۶۰

مکاتیب

(۱) حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا گرامی نامہ

نصیر لاج

مری

۲۹ ستمبر ۶۰ء

برادرم مکرم سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ الفضل میں عزیزہ امۃ اللہ خورشید کی وفات کی خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں مقام بخشے اور آپ کو صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ بہت خوبیوں کی مالک لڑکی تھی۔ میرے دل پر ان کا بہت اچھا اثر تھا۔ میری لڑکی محمودہ (عزیز منصور احمد کی بیوی) کے پاس اکثر آتی تھیں ان کو بھی عزیزہ سے بہت محبت تھی بہت رنج ہوا۔ خدا ان کو اعلیٰ مقام بخشے۔ آمین

فقط

مبارکہ

(۲) محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ کا پُرخلوص خط

چٹاگانگ

۵/۱۰/۶۰

مکرمی محترمی مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل اخبار الفضل میں میری عزیز بہن امۃ اللہ کی اچانک وفات کی خبر پڑھ کر انتہائی دلی رنج و افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے قرب میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین !!

امۃ اللہ بہن کی وفات سے ایک عجیب قسم کا دھچکا سا لگا ہے۔ ہماری لجنہ کی نہایت ہی سرگرم رکن تھیں۔ مصباح جو کہ احمدی عورتوں کا واحد آرگن ہے انہیں کے دم سے ترقی کر رہا تھا۔ اور انہیں کی رات دن کی کوشش سے پندرہ سال سے مصباح ترقی کی شاہراہ پہ گامزن تھا۔ کتنے اخلاص و ایمان اور قربانی کرنے والی تھیں امۃ اللہ کس قدر سادگی اور محبت اس میں تھی۔ آہ امۃ اللہ تمہارے جیسی نیک اور اخلاص و محبت کی پُتلی، عاقل، دانا اور عالم ہستی ہمیں پھر کبھی نہ ملے گی۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی اِس خلا کو پورا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں تیری روح پر..... تم نے اپنی زندگی کامیاب بنالی تم نے اپنا مقام پالیا اور مقصد حاصل کر لیا۔

آج میرا دل نہایت رنجیدہ اور غمزدہ ہے آہ قادیان کی گزری ہوئی صحبتیں ایک ایک کرکے یاد آرہی ہیں اور وہ دلکش اور حسین منظر آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔ آہ! زمانہ گزر جاتا ہے مگر اس کی یاد باقی رہ جاتی ہے

میری طرف سے گھر میں سب کی خدمت میں مضمون واحد ہے۔ آج میرا دل سب کے ساتھ شریکِ غم ہے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کر سکتے۔

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

والسلام۔ غمزدہ محمودہ سعدی

(۳) حضرت سیدہ بشریٰ بیگم (مہر آپا صاحبہ) کا گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولوی صاحب!

السلام علیکم۔ امۃ اللہ خورشید مرحومہ کی وفات انتہائی تکلیف دہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے ——— اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون کے پیارے کلمات ہی سکون کے پھاہے رکھ سکتے ہیں....

خدمتِ دین کا جذبہ ان میں اس قدر خوبصورتی سے غالب تھا کہ باوجود بیماری کے وہ اس فرض کی کماحقہٗ نگرانی کرتی رہیں۔ حقیقت میں یہ جذبہ انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

وفات سے ایک دن پہلے مَیں نے ان کی طبیعت بذریعہ فون پچھوائی جس کا جواب تسلی بخش ملا۔ صرف نقاہت بتائی گئی جو اِس حالت میں لازمی امر تھا ——— مگر دوسرے دن ہی وہ سُننا پڑا جس کے سُننے کے لئے ہرگز کوئی تیار نہ تھا۔

مجھ سے مرحومہ بہت بے تکلف تھیں۔ اپنی تکالیف کا اظہار پوری تفصیل سے کر دیا کرتیں۔ مَیں ان کی طبیعت پوچھنے ہاسپٹل گئی۔ مجھے دیکھ خوش ہوئیں مگر ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے بہہ پڑے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سکون و اطمینان دے اور مرحومہ کو وہاں پر ابدی سکون و راحت ملے۔ جنّت کے اعلیٰ مدارج میں ان کا ٹھکانہ ہو۔ آمین۔

بشریٰ "مہر آپا"

(۴) عزیزہ محترمہ صاحبزادی دفتر مبر صاحبہ آف گوجرانوالہ کا دردمندانہ مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ مَیں نے بہن امۃ اللہ کی وفات کی خبر میو ہسپتال سے سُنی جبکہ مَیں ان کی عیادت کے لئے گوجرانوالہ سے لاہور گئی۔ اور ہسپتال کے آفس سے ان کی رہائش گاہ کا پتہ کرنے گئی تو کلرک نے بتایا اُن کی آج رات کو ساڑھے دس بجے وفات ہو گئی تھی۔ ان کے والد صاحب انہیں ربوہ لے گئے ہیں۔ لیکن مَیں حیران تھی وفات کی خبر پر۔ کلرک

نے دوبارہ کہا۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو سامنے شفا میڈیکو سے پتہ کرلیں ..... میں وہاں سے سخت مایوس اور رنجیدہ ہو کر شفا میڈیکو گئی۔ وہاں سے بھی مجھے ہمشیرہ کی وفات کی ہی خبر ملی۔ میں شدید رنج و غم سے دوچار ہوں۔ کاش کہ میں ایک دن پہلے ہسپتال چلی جاتی اور آخری ملاقات کرلیتی۔ (گوجرانوالہ میں اخبار ایک دن لیٹ پہنچتا ہے) اس لئے خبر بروقت نہیں مل سکی۔ .....

میں آخری بار جلسہ سالانہ پر ان کے گھر پر مقیم رہی تھی۔ مرحومہ بے حد اخلاق سے پیش آئیں۔ ویسے بھی وہ نہایت نیک، ملنسار، دیندار اور مخلص تھیں۔ ان میں خدمتِ دین اور "مصباح" کو کامیاب بنانے کا بے پناہ جذبہ موجود تھا

خدا تعالیٰ سے میری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں فردوسِ بریں کے اعلیٰ مقام پر جگہ دیوے اور آپ کو مع دیگر اعزہ صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) وہ مجھ سے اکثر آپ کی شفقتِ پدرانہ سے متاثر ہو کر آپ کی تعریف کیا کرتی تھیں کہ میرے اباجان بہت اچھے ہیں میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

احقرہ

غمزدہ صادقہ تمیز .....

معرفت میر محمد بخش ایڈووکیٹ گوجرانوالہ

(۵) حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا فارسی قصیدہ

عزیزہ امۃ اللہ خورشید مدیرہ رسالہ "مصباح" کی (جو مکرم و محترم جناب مولانا مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری کی پیاری اور قابلِ قدر بیٹی تھیں) جوانان مرگ اور حسرتناک وفات کے متعلق حسب ارشاد

اُذکروا موتاکم بالخیر

یعنی اے اہلِ اسلام تم اپنے وفات یافتہ مومن بہنوں اور بھائیوں کو ان کی خیر و خوبی کی یاد سے ذکر کرو۔ تا تمہارے دل میں علاوہ رغبتِ حسنات کے رحلت پانے والے کی شفقت اور ہمدردی کے جذبات کے احساس سے دعا کی بھی تحریک ہو۔ عزیزہ امۃ اللہ خورشید رحمہا اللہ و غفر لہا وفی الجنۃ رفعہا بدرجاتہا الرفیعۃ کے بعض محاسن کا ذکر کرتا ہوں۔

سب سے بڑھ کر عالم شباب تک بشغل علم دینی و تقویٰ و اخلاق حسنہ میں عزیزہ کو نمایاں خصوصیت حاصل تھی اور علمی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد رسالہ مصباح کی ادارت کی خدمت میں لگ گئیں۔ اور اپنے آخری وقت تک دنیا میں خورشید سے بھی بڑھ کر ضیا پاشی کی برکاتِ ہدایت سے ہزارہا قسم کی مخلوقات کے لئے فائدہ کا باعث بنی رہیں۔ آپ کی مفید عام زیست کے مختلف حصص سے ہر حصہ ہی اپنے اندر حسنات کے لئے شرف اندوز شان کا نمونہ بنا رہا۔ عزیزہ نے اپنی وفات سے قبل بسترِ علالت سے دعا کے لئے مجھے یاد فرمایا اور اپنے محترم والد کے ذریعے سے مجھے اپنا پیغام دیا کہ آپ میرے لئے دعا کریں۔ پھر دوسرے ہی دن مناسب سمجھ کر اپریشن کے لئے لاہور چلی گئیں اور ۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء کو وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیزہ کے لئے نمازِ جنازہ کا فریضہ اس کے والد محترم کی خواہش پر مجھے ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

نظم

بنت ابی العطاء کہ تو مصباحِ دیں شدہ
از رحلتش بحیرتے دلہا حزیں شدہ

آں بود از اناث زمردان فزوں ولے
مصباحِ او بخدمتِ دینش متیں شدہ

نور و ضیا بردینِ خدا ہر طرف نمود
در چشم ہائے اہلِ بصر خود مکیں شدہ

مثلش چو نیک دختر بے بہتر از اخترے
خورشید ہم بہ پہلوئے او کمترین شدہ
گرچہ نزاد بچہ ز بطنش بہ حکمتے
لیکن نتیجہ یافتہ طبعش ذہین شدہ
مصباح کز زادہ است از دو صد پسر
بلکہ ز صد ہزار پسر ہم ثمین شدہ
دنیا کسے نیافتہ دائم قیام گاہ
ناگہ نصیب مرگ عجب در کمین شدہ
(خاکسار غلام رسول راجیکی)

---

(۶) حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کا درد بھرا نوٹ

آج امۃ اللہ خورشید مصباح کا وصال ہوگیا

۱۹ ۶ ۶۰

یہ سانحہ نہایت افسوس کا موجب ہے کہ مدیرۂ ماہنامہ مصباح محترمہ امۃ اللہ خورشید کا ۲۶/۲۷ ستمبر کی درمیانی رات کو میو ہسپتال لاہور میں اپریشن کے بعد انتقال ہوگیا۔ ۲۷ ستمبر مقبرہ موصیاں ربوہ میں دفن ہوئیں۔ وہ مدت سے بیمار چلی آتی تھیں مگر اسی حالتِ علالت میں بھی مصباح کو نہایت فروغ دیا۔ وہ خواتین کے لئے اسے علمی، ادبی، تاریخی، طبی رسالہ بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ خانہ داری کے متعلق بھی بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائیں۔ لجنہ اماء اللہ کی ہدایات خواتینِ سلسلہ کو اسی ذریعہ سے پہنچائی جاتیں۔ کئی خاص نمبر نکالے جو بیش قیمت معلومات کا ذخیرہ اور ایک مستقل کار آمد مفید دلچسپ مجموعہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کا اجر جزیل دے اور جنتِ فردوس میں اعلیٰ مراتب پر فائز کرے۔ آپ فاضل سلسلہ احمدیہ محترم مولانا ابو العطاء صاحب کی بیٹی اور حکیم خورشید احمد صاحب فاضل کی بیوی تھیں۔ ان کے علاج کے لئے انتہائی جد و جہد کی گئی مگر موت و حیات اسی الحیّ القیّوم کے اختیار میں ہے جس کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ مصباح کو نعم البدل وہی عطا فرمائیگا۔ ہمیں ان کے پسماندگان سے نہایت ہمدردی ہے۔ خاکسار اکمل نے ان کا سالِ وفات اِس جملہ سے نکالا:۔

آج امۃ اللہ خورشید "مصباح" کا وصال ہوگیا

۱۹ ۶ ۶۰

چند اشعار بھی اسی سلسلہ مجالہ میں لکھے ہیں ؎

اپنے مصباح کی مدیرہ تھیں
ظلمتِ جہل کی منیرہ تھیں
اپنی بہنوں کی مخلصہ ہمدرد
ان کی ہر طرح سے ظہیرہ تھیں
خُلق ناصفہ میں ایک مثال
خوبرو، نیک خو، بصیرہ تھیں
عالمہ تھیں حدیث و قرآں کی
حسنات آپ میں کثیرہ تھیں
دین و دنیا میں مرتبہ پایا
موصیہ، ناصرہ، نصیرہ تھیں
عمر سینتیس سال پائی صرف
جلد جنت میں جانے گیرہ تھیں
احمدیت کی کان میں اکمل
بیش قیمت نفیس ہیرہ تھیں

قرارداد یں

جماعت احمدیہ کراچی

محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ بنت مکرم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری فاضل کی وفات پر جماعت احمدیہ کراچی دلی رنج و الم کا اظہار کرتی ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے قرب میں جگہ

دے۔ آمین۔

مرحومہ ایک لمبے عرصہ تک جماعت کی قلمی خدمات سرانجام دیتی رہیں اور احمدی مستورات کے واحد جریدہ مصباح کی مدیرہ تھیں۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کراچی پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور انکے غم میں برابر کی شریک ہے۔

مرزا عبدالرحیم بیگ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی

جماعت احمدیہ پشاور

جماعت احمدیہ پشاور کا یہ اجلاس جناب مولانا ابوالعطاء صاحب کی بچی امۃ اللہ خورشید اہلیہ محترمہ مولوی خورشید احمد صاحب شاد کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحومہ مصباح کی مدیرہ کی حیثیت سے اور دیگر کاموں کے ذریعہ جماعت کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ اس غم میں صرف اس کے لواحقین ہی شامل نہیں بلکہ پوری جماعت شریک غم ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دے اور مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرما دے۔ آمین۔

مرحومہ کی نماز جنازہ غائب بعد از نماز جمعہ جماعت پشاور نے پڑھی۔

مولا بخش جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور

لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ

لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ کا یہ غیر معمولی اجلاس محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ "مصباح" کی وفات پر اپنے دلی صدمہ کا اظہار کرتی ہے۔ محترمہ تقریباً ۱۵ سال سے لجنہ اماء اللہ کے واحد ماہنامہ "مصباح" کی مدیرہ تھیں۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے اس رسالہ کو احمدی خواتین میں مقبول بنانے کے لئے اپنی ساری قوتیں اور صلاحیتیں لگا دی تھیں۔ یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی وہ اس کام کو سرانجام دے رہی تھیں۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دوسرے کئی اہم شعبہ جات بھی ان کی نگرانی میں کام کرتے رہے۔ انہیں احمدیت کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ اور احمدی خواتین کی ترقی اور تنظیم کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہیں۔

ان کی وفات لجنہ اماء اللہ اور ادارہ مصباح کیلئے خصوصاً اور جماعت احمدیہ کے لئے عموماً ایک شدید نقصان کی حیثیت رکھتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ اس موقعہ پر آپ کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماتے ہوئے آپ کو صبر جمیل عطا فرما دے اور وہ اس خلا کو پُر کرنے کی توفیق عطا کرے جو اُن کی وفات سے پیدا ہوا ہے۔ آمین

عنایت بیگم سیکرٹری لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ

لجنہ اماء اللہ مرکزی

ممبرات لجنہ اماء اللہ مرکزی مکرمہ محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کے حسرتناک اور افسوسناک انتقال پُر ملال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ مرحومہ نہایت خوش اخلاق، صاف دل، اور دین کی خدمت کی تڑپ رکھنے والی خاتون تھیں۔ آپ عرصہ دراز سے احمدی خواتین کے واحد آرگن رسالہ "مصباح" کی مدیرہ تھیں۔ آپ نے اس سلسلے میں اپنی خدمات نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیں۔ آپ ان خدمات کی وجہ سے ہمارے دلوں میں محبت اور احترام کا اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے

جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

صالحہ بیگم ریحانہ صدر لجنہ اماء اللہ کمری

لجنہ اماء اللہ کراچی

مکرمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سے لجنہ اماء اللہ کراچی نے گہرا صدمہ محسوس کیا۔ آج بعد نماز جمعہ لجنہ کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں قرارداد تعزیت پاس کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ فیصلہ کیا گیا کہ قرارداد کی نقول مولانا ابو العطاء صاحب فاضل، حکیم خورشید احمد صاحب شاد، الفضل اور مصباح کو بھجوائی جائیں۔

حبیبہ بیگم
آفس سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کراچی

مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کا یہ اجلاس (منعقدہ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء) محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ ماہنامہ مصباح ربوہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ مرحومہ ایک قابل اور عالم باپ کی قابل اور عالم بیٹی تھیں۔ اُن کی کوششوں سے ہی ماہنامہ مصباح کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ آپ لجنہ اماء اللہ کی روح رواں تھیں۔ آپ نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ آپ خدا کے فضل و کرم سے موصیہ تھیں۔ لہذا بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں ایک اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

احقر۔ مبارک احمد قائد مجلس

لجنہ اماء اللہ مدراس (بھارت)

بخدمت حضرت مولانا مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخبار الفضل اور پھر مصباح کے ذریعہ آپکی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ ہم مستورات کے واحد آرگن مصباح رسالہ کی مدیرہ کی وفات کی خبر پہنچی بہت افسوس ہوا۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

رسالہ مصباح کی مدیرہ ہونے کے لحاظ سے مصباحی بہنوں کے لئے خصوصاً اور ایک احمدی بہن ہونے کے لحاظ سے عموماً ہم ممبرات لجنہ اماء اللہ مدراس کے لئے ان کی وفات زیادہ ہی افسوس کا باعث بنی کیونکہ ہم میں سے اکثر ممبرات مصباح کی خریدار ہیں۔

پھر مرحومہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ کی ایک مخلص اور سرگرم کارکن بھی تھیں جو ایک قومی نقصان ہے مستورات میں ایسی محنت کرنے والی بہت کم ملیں گی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولا کریم آپ کو جو والد ہیں اس صدمہ عظیمہ کے برداشت کی توفیق دے اور نیز ان کے شوہر کو بھی۔ اور مرحومہ کو جنت نعیم کا وارث بنائے اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو خدا پورا کرے۔ والسلام

خاکسارہ ناصرہ بیگم اہلیہ شیخ محمد رفیق صاحب
منجانب لجنہ اماء اللہ مدراس

لجنہ اماء اللہ نیروبی

امۃ اللہ خورشید مرحومہ مغفورہ کی ناگہانی وفات

کی خبر سُن کے نیروبی جماعت کے تمام افراد کو حد درجہ دلی صدمہ ہوا ہے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

مرحومہ نہ صرف ایک نیک اور مخلص باعمل خاوند کی رفیق حیات تھیں بلکہ جماعت احمدیہ کے ایک نہایت ہی ممتاز اور بلند پایہ عالم حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کی دختر تھیں ۔

مرحومہ نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے ارشاد عالیہ کے ماتحت لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا ۔ مرحومہ کے حسنِ عمل اور شوقِ خدمتِ دین کا نمونہ ان کی وہ خدمت ہے جو انہوں نے رسالہ "مصباح" کے لئے کی ۔ اور ایک لمبے عرصہ تک اس رسالہ کی ادارت کے فرائض نہایت احسن طور پر سرانجام دیتے ہوئے اس دنیائے فانی سے چل بسیں ۔ مرحومہ کی ان تھک کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ رسالہ مصباح جماعت احمدیہ کی خواتین میں حد درجہ مقبول ہو گیا ۔ اور جماعت کی عورتوں اور بچیوں کے لئے مشعلِ راہ بن گیا ۔ آپ کی بے وقت اور اچانک وفات سے جماعت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے ۔

ہم لجنہ اماء اللہ نیروبی کی سب ممبرات ہمشیرہ مرحومہ کی وفات پر حد درجہ ہمدردی اور دلی افسوس کا اظہار کرتی ہیں ۔ اور دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے بہترین انعاماتِ روحانی سے نوازے اور اپنے قرب میں رحمت کے سایہ تلے جگہ دے اور مرحومہ کے تمام عزیزوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

غمزدہ ۔ ناصرہ نذیر
پریذیڈنٹ لجنہ اماء اللہ ۔ نیروبی

جماعت احمدیہ کوئٹہ

جماعت احمدیہ کوئٹہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حضرت مولانا ابو العطاء صاحب فاضل جالندھری کی صاحبزادی اور حکیم خورشید احمد صاحب شاد کی اہلیہ محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ ماہنامہ "مصباح" ربوہ کی اچانک وفات پر گہرے رنج و غم اور افسوس کا اظہار کرتا ہے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

مرحومہ نے رسالہ مصباح کی مدیرہ کی حیثیت سے جو دینی خدمات انجام دی ہیں یہ اجلاس انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان دینی خدمات کو مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور مرحومہ کی مغفرت فرمادے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

یہ اجلاس حضرت مولانا ابو العطاء صاحب فاضل جالندھری و محترم حکیم خورشید احمد صاحب اور مرحومہ کے تمام رشتہ داروں سے دلی تعزیت اور حقیقی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمادے ۔ آمین

خاکسار شیخ محمد حنیف امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ ۔

لجنہ اماء اللہ بدوملہی

مکرم محترم ایڈیٹر الفرقان ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کی لڑکی محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ مصباح کی وفات پر لجنہ اماء اللہ بدوملہی نہایت رنج و غم کا اظہار کرتی ہے ۔ مرحومہ نے جس شاندار طریق پر اپنی تمام زندگی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں گزاری ہے وہ تمام احمدی مستورات کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی ۔

ممبرات لجنہ اماء اللہ بدوملہی مکرمی مولوی خورشید احمد صاحب شاد اور آپ سے اظہارِ تعزیت کرتی ہیں اور خدا تعالیٰ

سے دعا کرتی ہیں کہ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

نیز مرحومہ کی وفات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو اپنے فضل سے پورا کرے۔ آمین۔

بشریٰ تنویر بنت چوہدری بشیر احمد صاحب
صدر لجنہ اماء اللہ بدوملہی۔

لجنہ اماء اللہ لائل پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

لجنہ اماء اللہ لائل پور شہر کا ہنگامی اجلاس مؤرخہ $\frac{9}{6}$۲۰ کو منعقد ہوا۔ جس میں محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ مدیرہ مصباح کی وفات پر تعزیت اور ہمدردی کا یہ قرارداد پاس کی گئی۔ کہ ہم تمام ممبرات محترمہ امۃ اللہ صاحبہ کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔ مرحومہ نے باوجود طویل بیماری کے جس محنت اور اخلاص سے رسالہ کو چلایا اور ممبرات کو اس رسالہ کے ذریعہ روحانی غذا مہیا کی ہم ان کی بے حد ممنون ہیں۔ آپ کی وفات ایک قومی نقصان ہے۔ ہم تمام ممبرات دعا کرتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کے والد محترم اور دیگر رشتہ داروں اور ان کے شوہر محترم کو صبر عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ لائل پور
سیدہ حمیدہ بانو بنت سید احمد علی صاحب مربی لائلپور

مجلس انصار اللہ مرکزیہ

مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ مکرم مولوی ابو العطاء صاحب قائد تربیت کی صاحبزادی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور ان کے اقرباء اور اعزا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
(محبوب عالم خالد قائد عمومی)

اقتباسات

(۱) جناب چودھری عبد اللطیف صاحب مبلغ ہیمبرگ

"آپ کی پیاری اور ہونہار بچی کی وفات کی خبر بہت زیادہ صدمہ کا باعث ہوئی۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

مرحومہ بہت نیک، سلسلۂ عالیہ کی شیدائی اور مخلص تھیں۔ باوجود صحت کی متواتر خرابی کے "مصباح" کی ادارت کے فرائض نہایت اخلاص اور کامیابی سے سرانجام دیئے۔"

(۲) جناب چودھری خلیل احمد صاحب ناصر امریکہ

"مرحومہ اپنی دینی خدمات کی وجہ سے سلسلے کی گزشتہ پندرہ سالہ تاریخ میں ایک ممتاز مقام رکھتی تھیں اسلئے ان کی وفات نہ صرف آپ کے لئے ذاتی طور پر بلکہ جماعت کے لئے بھی بہت بڑا نقصان ہے۔"

(۳) عزیزم حافظ قدرت اللہ صاحب سوئٹزرلینڈ

"میں گزشتہ دنوں نائیجیریا میں تھا۔ جب وہاں سے چلنے لگا تو اسی روز الفضل سے عزیزہ محترمہ کی وفات کی اندوہناک خبر پڑھ کر انتہائی تکلیف اور صدمہ

ہوا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ محترم ڈاکٹر شاہنواز خان صاحب بھی وہیں تھے وہ بھی اس غم کو شدت سے محسوس کر رہے تھے۔"

(۴) جناب بشیر احمد صاحب رفیق لنڈن

"اس خبر سے مجھے اور میری بیوی کو بے حد صدمہ ہوا۔ مرحومہ سلسلہ کے لئے عموماً اور لجنہ اماء اللہ کے لئے خصوصاً ایک نہایت مفید وجود تھیں۔"

(۵) جناب نذیر احمد صاحب سیالکوٹی۔ کویت

"بہن امۃ اللہ خورشید کی وفات کا پڑھ کر دل کو از حد صدمہ ہوا۔ مرحومہ نے جو جذبہ دین کی خدمت میں دکھایا وہ یقیناً ایک مثال ہے۔ تحریری اور تقریری طور پر جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں وہ سب کے لئے فخر کا موجب ہیں۔"

(۶) عزیزم محمد بشیر صاحب شاد۔ نائیجیریا

"کبھی یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ ہماری شفیق و غمگسار آپا جان محترمہ اس قدر جلدی ہم سے رخصت ہو جائیں گی۔"

(۷) جناب مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم گھانا

"محترمہ کی وفات سے جس قدر صدمہ اور نقصان آپ کو اور برادرم مولوی خورشید احمد صاحب شاد کو ہوا ہے اس کا اندازہ بھی میں نہیں کر سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت ہے کہ ان کی وفات سے جماعت احمدیہ کے طبقۂ نسواں کو بھی ایک بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔"

(۸) جناب سید کمال یوسف صاحب اوسلو

"آپ کی صاحبزادی صاحبہ کی وفات کی افسوسناک خبر الفضل میں پڑھی۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ مرحومہ آپ کی بہت سی خوبیوں کی حامل تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سلسلہ اور لجنہ کی بہت سی خدمات جو ہمیشہ قابلِ تعریف رہیں گی کا موقعہ دے کر ان کی زندگی میں ہی اپنی رضا سے نوازا۔"

(۹) جناب مولوی نسیم سیفی صاحب لیگوس

"مرحومہ کا وجود دنیا بھر کے احمدیوں کیلئے نہایت بابرکت تھا۔ مصباح سے نہ صرف عورتیں بلکہ تمام احمدی مرد اور بچے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر کے متعلق معلوم ہے کہ میری بیوی اور بچے اس پرچے سے کس قدر فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور میں نے تبلیغی کاموں میں اور اپنے اخبار Truth کے لئے بارہا اس سے فائدہ اٹھایا۔ ہماری مرحومہ بہن جس رنگ میں سلسلہ کی یہ خدمت کر رہی تھیں اور جس مستعدی کے ساتھ یہ کام کرتی تھیں اس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے۔"

(۱۰) جناب شیخ مبارک احمد صاحب مشرقی افریقہ

"اس افسوسناک خبر کو سن کر صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان و جملہ افراد کو اور برادرم خورشید کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔"

(۱۱) عزیزم مرزا لطف الرحمٰن صاحب مغربی جرمنی

"محترمہ مرحومہ مغفورہ کی دینی خدمات، مصباح کی ادارت اور جلسہ سالانہ کی تقاریر اور لجنہ اماء اللہ کی بے لوث خدمات کی وجہ سے مرحومہ کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

میرے نہایت شفیق استاد! آپ کے مجھ پر بہت زیادہ احسانات ہیں اور ان کی وجہ سے بھی اس خبر کو سنکر بہت صدمہ ہوا ہے۔"

(۱۲) جناب امین اللہ خان صاحب سالک امریکہ

"آپ کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی وفات کی خبر پڑھکر دلی افسوس ہوا۔ دراصل آپ کے شاگرد دنیا کے جس جس علاقہ میں بھی ہیں ان سب کو یہاں اس افسوسناک خبر سے رنج پہنچا ہوگا۔ مرحومہ نے سازگار و ناسازگار حالات میں "مصباح" کی ادارت کے فرائض جس خیر و خوبی سے انجام دیئے وہ رسالہ کی مقبولیت سے واضح ہے۔"

(۱۳) جناب بشیر احمد صاحب رشید طہران

"ان کی نہایت ہی پیاری اور حسین یادگار "مصباح" ہم میں موجود ہے۔"

(۱۴) محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ نیروبی

"میری بچپن کی سہیلی اور بہنوں کی طرح پیاری بہن امۃ اللہ کی وفات کا علم ہوا۔ پڑھ کر سخت رنج ہوا۔"

(۱۵) محترمہ سارہ بیگم مولوی عبدالواحد صاحب کشمیر

"عزیزہ ہمشیرہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مرحومہ مغفورہ کی وفات کوئی شخصی یا خاندانی نقصان نہیں۔ یہ جماعتی نقصان ہے۔ ایسے بیش قیمت جواہرات اور درِ ثمین نوادرات میں سے ہیں جن کا دستیاب ہونا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔"

(۱۶) جناب ملک صلاح الدین صاحب (بھارت)

"مرحومہ کی ساری عمر خدمت دین میں گزری۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نوازا اور بہشتی مقبرہ نصیب کیا۔ لیکن اقارب کے لئے صدمہ ہونا لازمی امر ہے۔"

(۱۷) جناب محمد کریم صاحب ایڈیٹر "نوجوان" مدارس

"مصباح بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء ابھی ابھی ملا۔ بڑی دردناک تھی وہ خبر جس میں محترمہ مدیرہ مصباح کی رحلت کا ذکر تھا مجھے بڑا رنج ہوا۔ بڑے غور سے محترمہ کا الوداعی پیغام پڑھا اور آپ کا مختصر نوٹ بھی۔

بڑی ہی نیک خاتون تھیں اور خوب لکھتی تھیں۔ بیشک "رسالہ نکالنا اور اسے کامیابی سے چلانا بہت مشکل کام ہے" لیکن مرحومہ کا جوش و جذبہ ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ نہ صرف اپنے باپ کی سچی بیٹی تھیں بلکہ احمدیت کی ایک سربلند خاتون بھی۔ یہ دونوں چیزیں مرحومہ میں کچھ ایسی تھیں کہ رسالہ نکالنے کا مشکل کام مرحومہ کے لئے بہت ہی آسان ہو گیا تھا۔"

(۱۸) جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان

"آپ کی دختر مکرمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کے انتقال پر ملال

کی اطلاع ملی۔ اس سے بہت محسوس ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
میری طرف سے اور جملہ احباب قادیان کی طرف سے اس موقعہ
پر پیغام تعزیت جملہ افراد خاندان تک پہنچا دیں۔"

(۱۹) محترمہ بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان :۔
"انہوں نے بے انتہا شوق اور سلسلہ کی خدمت سمجھتے ہوئے مصباح کی سالہا سال خدمت کی۔ گزشتہ جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوئی تو وہیں جلسہ گاہ میں ہی سب سے پہلی بات مجھ سے یہی کہی کہ آپ ہندوستان کی لجنات میں مصباح کے لئے بھی برابر کوشش کریں اور اس کے نئے خریدار بنائیں۔"

(۲۰) جناب شیخ یوسف علی صاحب الاسدی ممبئی :۔
"رسالہ شہناز کراچی میں آپ کی صاحبزادی کی وفات کی خبر پڑھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خبر سے مجھے قلبی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے اور اس کے مدارج بلند کرے آمین! آپ کو اس سانحہ سے جو صدمہ ہو سکتا ہے وہ الفاظ کا محتاج نہیں۔"

(۲۱) جناب مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی قادیان :۔
"جو وجود قومی اعتبار سے مفید ہوتے ہیں انکی وفات کا صدمہ بھی جماعتی ہوتا ہے۔ ہم سب اس قابل اور خدمتگذار وجود کی جدائی سے خود بھی غمگین ہیں اور آپ وجملہ اعزہ کے غم میں بھی شریک ہیں۔"

(۲۲) جناب سیٹھ یوسف احمد الدین صاحب سکندرآباد (بھارت) :۔
"آج الفضل سے نہایت رنج و افسوس سے پڑھا گیا کہ آپ کی صاحبزادی مکرمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت والدین اور میری اہلیہ اور میں دلی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔"

(۲۳) محترمہ بیگم بشیر الدین صاحب حیدرآباد (بھارت) :۔
"آہ! میری پیاری خورشید آپا مجھ سے ملاقات کئے بغیر ہی اس دنیا سے چل بسی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ میری دلی عزیز سہیلی تھی جس کی ہر تحریر کے ہر جملہ سے دلی جذبات کا اظہار ہوتا رہا۔ گو ہم ایک دوسرے سے کافی دور تھے اور ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ایک دوسرے کو مگر پھر بھی ہم میں غائبانہ محبت تھی۔"

(۲۴) جناب محمد افضل صاحب عابد ایران :۔
"مرحومہ کا خدمت دین کے لئے جوش اور ولولہ اور اسی طرح سلسلہ اور مستورات کی علمی خدمت اور تربیتی کام، غرضیکہ زندگی کا ہر پہلو احمدی مستورات کے لئے ایک قابل صد رشک نمونہ تھا۔"

(۲۵) جناب مولوی بشیر احمد صاحب خادم مبلغ سلسلہ بھاگلپور
"آپ کی دیندار اور خادمۂ دین پیاری بچی حضرت امۃ اللہ خورشید اسم بامسمّٰی کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔

پیارے مولوی صاحب! خدا کی قسم بعض غیر احمدی احباب جو مصباح کا مطالعہ کرنے والے تھے وہ بھی یہ خبر پڑھ کر سر پکڑ کر رہ گئے اور بار بار افسوس کا اظہار کر رہے تھے مگر مالک کی مرضی کے سامنے کس کی چلتی ہے۔"

(۲۶) جناب شیخ محمد اقبال صاحب و شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ (تار)
"اس بے وقت موت پر انتہائی صدمہ ہوا۔"

(۲۷) جناب مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری و جناب مسعود احمد صاحب خورشید کراچی (تار)
"افسوسناک اور بے وقت موت پر سخت رنج ہوا۔"

(۲۸) جناب شیخ ریاض محمود صاحب لاہور (تار)
"میری دلی تعزیت قبول فرمائیں۔"

(۲۹) جناب سید ارتضیٰ علی صاحب کراچی (عربی تار)
"مخلصانہ دلی تعزیت پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق بخشے۔"

(۳۰) محترمہ سیکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد سندھ (تار)

"ہم سب مدیرہ مصباح کی وفات پر سخت غمگین ہیں"

(۳۱) جناب مرزا عطاء الرحمن صاحب ٹنگا ڈیکو (افریقہ)

"اس خبر نے اتنا ہی غم اور افسوس پیدا کیا ہے جتنا کسی عزیز ترین عزیز کی وفات کا افسوس ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عزیزہ مرحومہ مغفورہ میرے نہایت ہی واجب الاحترام بزرگ کی جگر گوشہ تھیں۔"

(۳۲) جناب ثاقب زیروی ایڈیٹر "لاہور":۔

"عزیزہ محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر قلب و ذہن کو دھچکا سا محسوس ہوا۔ مرحومہ کی وفات سے جماعت ایک گرم جوش خادمہ کی پُر خلوص خدمات سے محروم ہو گئی۔ احمدیت کا آئندہ مؤرخ ان کی خدمات کو یقیناً بڑے وسیع ظرف سے سراہے گا۔ آپ کے قلبی کرب کا اندازہ کرتا ہوں تو دل بیٹھنے لگتا ہے۔"

(۳۳) جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور:۔

"مرحومہ نے جو قلمی خدمت کی وہ ایک بلند معیار پر تھی۔ میں نے مصباح کو جب بھی پڑھا مرحومہ کی قابلیت اور جذبۂ کارکنی کے متعلق میرے دل میں قدر کے جذبات پیدا ہوئے۔ ایسی بیٹی کے متعلق آپ یہ کہنے کے حقدار ہیں کہ آپ کی دُعا وجعلنا للمتقین اماماً بدرجہ احسن قبول ہوئی۔"

(۳۴) جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے لاہور:۔

"عزیزہ کی وفات حسرت آیات سے جماعت ایک سرگرم کارکن سے، مصباح اپنی قابل مدیرہ سے، مولوی خورشید صاحب ایک نیک اور وفادار بیوی سے اور آپ ایک پیاری اور قابل بیٹی سے محروم ہو گئے۔ لیکن محرومیاں اس زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ صرف اللہ پر ایمان ہی ان دکھوں اور محرومیوں میں انسان کا سہارا ہو سکتا ہے۔ آپ کا دُکھ بہت بڑا دُکھ ہے لیکن اللہ کریم نے آپ کو وہ ایمان و بصیرت بھی عطا فرمائی ہے جو اس کربناک صدمہ کی شدت کو دُور کر سکتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا نقصان ہم سب کا نقصان ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ کا نقصان ہے۔"

(۳۵) جناب چودھری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کراچی:۔

"آپ کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی وفات ساری جماعت میں نہایت رنج اور افسوس سے سُنی گئی ہے۔ یہ ایک جماعتی اور قومی صدمہ ہے۔ کیونکہ مرحومہ قوم اور ملت کی علمی اور دینی خدمت سرانجام دے رہی تھیں۔"

(۳۶) جناب ملک مبارک احمد صاحب ایمن آباد:۔

"آپ کی قابل و ہونہار اور دین و سلسلہ کی بے لوث خادمہ، ہر لحظہ خدمتِ اسلام میں وقف، لائق بیٹی کی وفات کی نہایت ہی اندوہناک خبر سُنکر دلی صدمہ اور افسوس ہوا۔"

(۳۷) جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی قادیان:۔

"مرحومہ مغفورہ کی مدیرہ مصباح کی حیثیت میں خدمات ہمیشہ کے لئے باعثِ برکت و ثواب ہونگی۔"

(۳۸) حضرت بھائی محمود احمد صاحب سرگودھا:۔

"عزیزہ نے لمبی بیماری پر صبر و تحمل کا نمونہ دکھایا اور اپنی ڈیوٹی کو کس حقہ ادا کیا۔"

(۳۹) جناب شیخ عبدالقادر صاحب چوہڑ کی لاہور:۔

"مجاہد باپ کی مجاہدہ بیٹی نہایت صبر و استقلال سے اس دارِ فانی سے مُنہ موڑ کر اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس پہنچ چکی۔"

(۴۰) جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے کوئٹہ:۔

"محترمہ کا وجود تمام جماعت اور خاص کر ہمارے مستورات اور بچیوں کے لئے نہایت بابرکت وجود

تھا۔ مصباح کے ذریعہ مرحومہ نے جو خدمت دین سرانجام
دی ہے وہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے احمدیت کی تاریخ
میں ایک مستقل مقام حاصل ہے۔"

(۴۱) جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری:۔
"اللہ تعالیٰ اس باپ پر رحم کرے جس کی یہ دانا
پڑھی لکھی لڑکی اس کے ہاتھوں دفن ہو۔ آپ نے جس
انہماک سے عزیزہ کی خدمت کی ہے قابلِ تحسین ہے
..... عزیزہ کو ہمیشہ آپ پر بڑا ناز تھا اور اپنے
باپ پر فخر رہا اور آپ نے بھی اس کی دلجوئی زندگی بھر
کی۔"

(۴۲) محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ عبد السلام صاحب طاہر شجاع آباد:۔
"مدیرہ محترمہ بہت ہی دانشمند و سعید طبیعت کی مالک
تھیں۔ اس قسم کی نیک خصلت فرشتہ سیرت خاتون
بہت کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ اور خاص کر مصباح کیلئے
آپ کا وجود ایک درخشندہ گوہر تھا۔"

(۴۳) جناب چوہدری محمود احمد صاحب سنوری کوئٹہ:۔
"ایک اس قدر مقدس اور باہمت خاتون کا اس
عالمِ جوانی میں فوت ہوجانا جماعت احمدیہ کے لئے
ایک بہت بڑے نقصان کا باعث ہے۔"

(۴۴) محترمہ اہلیہ صاحبہ حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیان:۔
"آپ کے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ انس و
محبت اس بچی سے تھی۔"

(۴۵) جناب مولوی عبد الباسط صاحب شاہد۔ کراچی:۔
"آپ کی انتہائی قابل، سلسلہ کی خادم، مجسمہ کی
سرگرم ممبر صاحبزادی کی وفات بڑے رنج کا باعث ہوئی۔"

(۴۶) محترمہ بیگم مرزا مبارک احمد صاحب حیدرآباد:۔
"وہ دین اور سلسلہ کے کاموں کے لئے وقف ہو چکی
تھیں اور آخر دم تک اپنے فرض کو نبھاتی رہیں۔"

(۴۷) جناب نصیر احمد خان صاحب خانپور:۔
"محترمہ نے اپنی زندگی خواتین جماعت کی تربیت
اصلاح اور سلسلہ کی خدمت میں ہی قربان کر دی۔ وہ
بیمار تھیں لیکن علاج اور آرام کی بجائے خدمتِ دین
کو ہی مقدم رکھا۔"

(۴۸) جناب شیخ فیض قادر صاحب کراچی:۔
"اسلام کے سپاہی کی بیٹی جس نے خود کو بھی
سلسلہ کی خدمت جلیلہ کے لئے وقف کر رکھا تھا کی
وفات ایک معمولی حادثہ نہیں ہے۔ ایسے مخلص وجود
روز روز پیدا نہیں ہوتے۔"

(۴۹) جناب چوہدری فیض احمد صاحب انسپکٹر بیت المال لاہور:۔
"عزیزہ مرحومہ کی سلسلہ کی علمی اور دینی خدمات
نہایت قابلِ تعریف اور قابلِ رشک تھیں جن سے
مرحومہ کی دینی خدمت کا شوق اور جذبہ انتہائی درجہ
تک ظاہر ہے۔ گویا وہ اپنے دل میں علمی اور دینی
خدمات کا ایک خاص جوش اور تڑپ رکھتی تھیں۔"

(۵۰) جناب سید محمد اقبال حسین صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ربوہ:۔
"بے شک محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کئی بیٹیوں
سے بڑھ کر دینی خدمات ادا کرنے والی اور نیکیوں میں
سبقت لے جانے والی بیٹی تھی اور ایسے گوہر نایاب
کا ضائع ہوجانا ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔
یقیناً یہ بچی نہ صرف آپ کے خاندان کے لئے بلکہ
ساری جماعت بالخصوص اماء اللہ کے لئے ایک
قابلِ صد فخر وجود تھا۔"

(۵۱) جناب عبد الرؤف صاحب ڈھاکہ:۔
"مرحومہ نے خدا داد قابلیت اور دینی علمی امور
میں بے حد ذوق و شوق کے باعث جماعت میں ایک
خاص مقام حاصل کر لیا تھا۔ انہوں نے ایک عرصہ
مصباح کی ادارت کا فریضہ ادا کیا۔ ان کی وفات
ایک قومی نقصان ہے۔"

(۵۲) چودھری مبارک احمد خان صاحب آف ٹروتھ ۔ کراچی :-
"میرے گھر میں مصباح آتا تھا۔ میں اس کا باقاعدگی سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اس رسالہ کے ذریعہ مرحومہ نے نہایت بلند پایہ جماعتی خدمت ادا کی ہے۔"

(۵۳) جناب مولوی غلام احمد صاحب فرخ خیرپور :-
"الولد سرٌّ لابیہ کے ماتحت وہ آپ کی قابل اور خادمۂ دین بیٹی تھی۔"

(۵۴) جناب شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی راولپنڈی :-
"عزیزہ مرحومہ کی مصباح کی خدمت ایک ایسا کام تھا جو ہمیشہ احمدیت کی تاریخ میں تشکر کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ یہ نقصان صرف آپ کے خاندان کا نہیں بلکہ ساری جماعت کا صدمہ ہے کہ ایک ایسی قابل بہن ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئیں۔"

(۵۵) حضرت حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مغلپورہ لاہور :-
"جماعت میں جو ایک نافع وجود اٹھ جانے سے ایک خلا پیدا ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے پورا کرے۔"

(۵۶) جناب شیخ رفیع الدین احمد صاحب کراچی :-
"مرحومہ کا میری بچیوں کے ساتھ خاص اُنس ہوگیا تھا۔ جس کو ہر وقت یاد کرتی رہتی تھیں۔ بہت نیک روح تھیں۔ کسے کیا خبر تھی کہ وہ اتنی جلدی ہم سے جدا ہوجائیں گی۔ وہ ملنساری میں یگانہ تھیں۔"

(۵۷) جناب چودھری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری :-
"آپ نے اپنی طرف سے ظاہری سامانوں کے اہتمام کی انتہائی کوشش فرمادی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس نیکی کا بھی اجر بہترین عطا فرمادے۔"

(۵۸) جناب عبدالجلیل صاحب عشرت لاہور :-
"آپ کی لائق بیٹی کی جوانا مرگ سے بہت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے اس شدید صدمہ میں ساری جماعت شریک ہے۔"

(۵۹) حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب امیر جماعت احمدیہ جہلم :-
"مدیرہ مصباح ہونے کی حیثیت سے بہنوں اور بھائیوں کے لئے قابل قدر وجود تھا۔ یہ خاندانی صدمہ نہیں بلکہ جماعتی صدمہ ہے۔"

(۶۰) جناب محمد بشیر صاحب چغتائی ۔ گوجرانوالہ :-
"مرحومہ و مغفورہ فوت نہیں ہوئیں بلکہ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گی جب تک ان کی خدمات سلسلہ زندہ اور تابندہ رہیں گی وہ اپنا نام تاریخ احمدیت کے اوراق میں چھوڑ گئی ہیں جو کبھی نہ مٹے گا۔"

(۶۱) جناب مرزا عبدالحق صاحب پراونشل امیر سرگودھا :-
"ماشاء اللہ نہایت اخلاص سے خدمت دین کرتی تھیں۔ اس جوانی میں ان کی وفات نہایت رنجدہ ہے۔"

(۶۲) جناب سید اعجاز احمد صاحب مربی برہمن بڑیہ مشرقی پاکستان :-
"محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی اس بے وقت وفات سے صرف آپ کے خاندان کو ہی نقصان نہیں پہنچا بلکہ ان کی وفات ایک قومی صدمہ ہے۔ اور انکی وفات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی ایک مخلص خادمہ اور اہل قلم کا نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا ہے۔"

(۶۳) جناب ضیاء الحق خان صاحب کوئٹہ :-
"جس طرح انہوں نے اپنے بزرگ باپ کے نقش قدم پر چل کر سلسلہ کی خدمت کی ہے اس کا انہیں خدا تعالیٰ بہشت کی صورت میں اعلیٰ اجر عطا فرمائے۔"

(۶۴) جناب ملک عزیز احمد صاحب کراچی :-
"آپ کی صاحبزادی امۃ اللہ خورشید صاحبہ

کی وفات کا پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ آپ کے لئے بوجہ ایک باپ ہونے کے طبعی طور پر صدمہ کا ہونا لازمی تھا۔ مگر جب میں نے اس خبر کو پڑھا تو بوجہ ان تعلقات کے جو آپ کے ساتھ دیرینہ ہیں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت دیر تک یہ حالت رہی "

(۶۵) جناب چودھری فضل الدین صاحب پنشنر۔ لاہور :۔

" عزیزہ محترمہ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ کے بہت اہم کام خوش اسلوبی سے سرانجام دینے والی تھیں "

(۶۶) جناب حاجی فیض الحق خان صاحب کوئٹہ :۔

" مرحومہ سے صنف نازک کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ مرحومہ آخر آپ جیسے سلسلہ کے بزرگ ترین مجاہد کی تربیت یافتہ تھیں اسلئے بڑی صلاحیتوں کی مالکہ تھیں "

(۶۷) جناب چودھری عبداللطیف صاحب ملتان چھاؤنی :۔

" موصوفہ نے آپ کے نقش قدم پر چل کر خدمت سلسلہ کے جو کام سرانجام دیئے وہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ہیں "

(۶۸) جناب میاں محمد صادق صاحب پنشنر ڈپٹی ۔ ایس سی ۔ لاہور :۔

" ماہنامہ مصباح کی مدیرہ مکرمہ امتہ اللہ خورشید صاحبہ کی وفات کی خبر پڑھ کر بیحد افسوس ہوا ۔ مشیت ایزدی سے کچھ چارہ نہیں "

(۶۹) جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی ایڈیٹر رسالہ ربعتمائے تعلیم سے تعلق ہو

" میں نے بہت ہی درد اور کرب کے ساتھ امتہ اللہ خورشید کی وفات کی خبر الفضل میں پڑھی اور نہایت ہی افسوس اور رنج ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جوان اور قابل اولاد کا والدین کے سامنے دنیا سے اٹھ جانا ان کیلئے انتہائی صدمہ اور غم کا باعث ہوتا ہے "

نوٹ :۔ یہ سلسلہ بہت لمبا ہے ۔ تمام احباب اور بہنوں کا شکریہ ۔ جزاکم اللہ
(خاکسار ابوالعطاء ۷ ۱۱/۱)

شذرات

(بقیہ صـ۳)

خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں ہے۔
نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہاں لا نبی بعدی آیا ہے جسکے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا"

(اقتراب الساعۃ صـ۱۶۲)

جناب امام محمد طاہر صاحب لکھتے ہیں :۔

انہ اراد لانبی ینسخ شرعہ۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جملہ لا نبی بعدی سے یہی تھی کہ کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ (تکملہ مجمع البحار صـ۸۵)

مولانا مودودی فرمائیں کہ انہیں ان اہل علم کے زمرہ میں شامل ہونے یا ان کے معنے ماننے میں کیا عذر ہے ؟

(۷)

فی ہزار نو سو ننانوے کی حقیقت

اسی "درس" میں جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں :۔

"پھر امت آج تک یہی معنے لیتی چلی آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ ہزار میں سے ۹۹۹ مسلمان اسی معنی میں ختم نبوت کے قائل ہیں"

قارئین کرام ! آپ آگے چلنے سے پہلے جناب مودودی صاحب کی عبارت ذیل پر بھی غور فرمالیں ۔ لکھتے ہیں :۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اسکے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق

اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہیں۔ نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دیکر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابل داد ہے۔" (رسالہ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

اس صغریٰ کبریٰ کے ملانے سے نتیجہ صاف ہے۔ کیا مودودی صاحب آج اسی ۹۹۹ فی ہزار کے ہاتھ میں اسلام کی گاڑی کی باگیں دینا چاہتے ہیں جو بقول ان کے نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ انہیں حق و باطل میں تمیز ہے؟

اس لطیفہ نما حقیقت کے علاوہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب امتِ مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی قائل ہے تو وہ یہ معنے کس طرح لے سکتی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا"؟ بہر حال فی ہزار نو سو ننانوے کو یہ قید لگانی پڑے گی کہ نئی شریعت والا نبی نہ آئے گا یا نیا نبی نہ آئے گا اور جب قید لگانی ہی ہے تو امت کے ان اجماعی معنوں کو ماننا چاہیئے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مشرع ناسخ نہ لائے گا۔"

(۸)

کیا اللہ کا نبی بھیجنا امت سے دشمنی پر دلیل ہے؟

درس کی مسلسل عبارت میں جناب مودودی صاحب سوال فرماتے ہیں کہ:-

"سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ دشمنی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی بنا کر بھیجے اور امتِ محمدیہ کو جان بوجھ کر خطرے میں ڈال دے؟"

(ایشیا ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

مگر یہ سوال تو آگے بھی چلیگا کہ کیا اللہ کو موسیٰ علیہ السلام کی امت کے ساتھ دشمنی تھی کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد پے در پے نبی بنا کر بھیجے اور امتِ موسویہ کو جان بوجھ کر خطرے میں ڈال دیا؟ پھر اس سے بھی آگے سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے دشمنی تھی کہ اس نے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں میں مسلسل سلسلۂ انبیاء کو جاری کر دیا اور جان بوجھ کر انہیں خطرے میں ڈال دیا۔ پھر یہ بھی دریافت طلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی ذریت سے کیا بغض تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما کہ میں تجھے لوگوں کیلئے پیشوا اور نبی بنانے والا ہوں تو انہوں نے (نعوذ باللہ) "خدا کی اس دشمنی" کو اپنے تک محدود رکھنے کی بجائے فوراً دعا کی ومن ذریتی (بقرہ ۱۲۴) کہ یہ سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس عہد کے مطابق وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ (عنکبوت : ۲۷) ہم نے نبوت کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جاری رکھا۔

ہم حیران ہیں کہ مودودی صاحب کے اس "سوال" کی روشنی میں قرآن مجید کی اس آیت کا کیا کیا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (المائدہ : ۲۰) حضرت موسیٰؑ تو اپنی قوم کو بتلاتے ہیں کہ نبوت نعمت ہے خدا کا فضل ہے مگر مودودی صاحب اسے دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ سچ ہے ع

فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست!

مودودی صاحب کے نزدیک امتِ محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نبی کا آنا بھی "امت کو خطرہ میں ڈالنا" ہے مگر اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا ارشاد ہے :- "کاش کہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے اور خداوند اپنی روح ان میں ڈالتا۔" (گنتی $\frac{11}{29}$) مزید تعجب یہ

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ

نور کاجل

- آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، بھینی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔
قیمت فی شیشی ۱۲/ علاوہ محصولڈاک و پیکنگ۔

حبّ منوّر

- معدہ و جگر کیلئے بہترین ٹانک۔ جو معدہ اور جگر کی اکثر امراض کا بہترین علاج ہیں۔ جن میں منوّر (خبث الحدید) کو متعدد ایسی ادویہ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جو معدہ و جگر کے لئے بہت مفید ہیں۔
- ان کے استعمال سے کھانا اچھی طرح ہضم ہو کر خون صالح پیدا ہوتا ہے ضعف ہضم، نفخ، قراقر وغیرہ دُور ہو جاتے ہیں۔
- ضعف جگر، ورم جگر، نفخ جگر و صلابت جگر وغیرہ کا نام و نشان نہیں رہتا۔ خوراک ۲ گولی صبح دو شام بعد غذا ہمراہ عرق کاسنی و سونف۔

قیمت فی شیشی ۶۰ گولی دو روپے علاوہ محصولڈاک و پیکنگ۔

تیار کردہ
خورشید یونانی دواخانہ۔ گولبازار۔ ربوہ

"الفردوس"

انارکلی میں
لیڈیز کپڑے کے لئے
آپ کی اپنی
دکان ھے
"الفردوس"
۸۵۔ انارکلی لاہور

حیاتِ طیّبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کی مکمّل تاریخ۔ یہ جناب شیخ عبدالقادر صاحب فاضل کی بہترین تصنیف ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں پہلے سے متعدد اضافے ہوئے ہیں۔ قیمت سات روپے علاوہ محصولڈاک۔

(مینجر مکتبہ الفرقان۔ ربوہ)

بستی بستی گھومنے والو!

(جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے)

بستی بستی گھومنے والو! پایا کچھ تسکین کا سایا
اس کی شان کے صدقے جس نے سب کچھ بخشا! آپ آیا

دُور تھا یا نزدیک تھا تو یہ میری ہی کوتاہ نظر تھی
جس نے جتنا جتنا ڈھونڈا۔ اُس نے اُتنا اُتنا پایا

آ تو چکے ہو چھوڑ کے اپنی جنت اے نو واردِ ہستی!
آؤ یہاں اب غور سے دیکھو۔ کون اپنا ہے کون پرایا

کون شریکِ حال تھا میرے۔ عمر کچھ ایسے بیت رہی تھی
عقل کے چکر۔ وقت کی گردش ذہن کی اُلجھن وہم کا سایا

کاش وہ میرے ساتھ بھی آتا کاش میں اسکے ساتھ ہی چلتا
جس نے ناؤ پار اُتاری جس نے مجھ کو پار لگایا

ہفت افلاک کی منزل کیا ہے روح جہاں بھی تھرّاتی ہے
"کون ستارے چھو سکتا ہے راہ میں سانس اُکھڑ جاتی ہے